نمل

سورہ نمبر 27

تنزیلی نمبر *21

آیات 93

پارہ 19

مکی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورہ نمل

فضیلت سورہ نمل

📖 امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے فرمایا کہ جو شب جمعہ میں تینوں طواسین پڑھے گا وہ اولیاء اللہ میں سے ہوگا اور اللہ کے نزدیک ہوگا۔ اس کی حفاظت میں ہوگا اور اسے دنیا میں کسی قسم کی مصیبت نہیں پہنچے گی اور اسے آخرت میں جنت سے وہ کچھ ملے گا جس سے وہ راضی ہوجائے بلکہ اس کی خوش نودی سے بھی بڑھ کر ملے گا اور اللہ تعالٰی سو حورالعین سے اس کی شادی کرادے گا۔ (خصوصیات و فوائد قران)

وقتِ نزول

📖 اس سورہ کے مضامین اور اندازِ گفتگو سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا نزول بھی حضرت رسول خداﷺ کی مکی زندگی کے وسطانی عہد میں ہوا ہے جب کہ کفار کی مخالفت، بانی اسلام کے خلاف الزام تراشی اور مسلمانوں پر ظلم و جوار اپنے انتہائی عروج پر پہنچا ہوا ہے۔ (فیضان الرحمٰن، ج 7)

✎ پر اگر "طواسین" کو ایک ساتھ رکھنا ضروری ہے تو پھر سورہ شعراء "دعوتِ ذولعشیرہ" کی مناسبت سے ابتدائی مکی دور کی سورۃ بنتی، اور پھر "نمل"، "قصص" ساتھ میں آتی۔

آیات کی تعداد، کوفہ قراءت

📖 اس سورۃ المبارکہ کی آیات کی تعداد کوفہ کے قاریوں کے مطابق ۹۳ آیت، بصـــرہ کی قرآئت کے مطابق ۹۴ آیت اور حجاز والوں کی قرائت کے مطابق ۹۵ آیت ہے۔ (کوثر)

📖 کوفہ کی قرائت چونکہ قاری عاصـــم نے قاری ابو عبدالرحمن سلمی سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے اخذ کیا ہے۔ اس لیے قاری عاصم کی قرائت زیادہ مستند ہے۔ (کوثر)

✎ کوفی قرآئت اگر مولا علی علیہ السـلام ســے منســوب ہے، تو پھر غالبا یہی وہ قرآن ہے (تفسیر کے علاوہ) جو مولا علی نے مرتب کیا تھا۔ اور جو آج کے دور میں زیادہ بڑی آبادی/علائقہ میں "حفص" کے طور پر رائج ہے۔ (یعنی ســعودی عرب، پاکســتـان، انـڈیـا، بنگلادیش، اور مصر)

🌍 دنیا کے ممالک میں رائج قراءات

ملک / خطہ	راوی	رائج قراءت
سعودی عرب	حفص	حفص عن عاصم
پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش	حفص	حفص عن عاصم
مصر	حفص	حفص عن عاصم
شام (سوریہ)	ہشام، ابن ذکوان	ابن عامر
لیبیا، تیونس، الجزائر، مراکش، موریتانیہ	ورش	ورش عن نافع
سوڈان	الدوري	الدوري عن أبو عمرو
یمن	متفرق	راوی ورش یا قالون
مغربی افریقہ (مالی، نائجیریا وغیرہ)	مختلف	ورش / قالون / الدوري

آیاتِ قرآن و کتابِ مبین

1۔ طٰسٓ ۚ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَ کِتَابٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱﴾

طس، یہ آیاتِ قرآن اور کتابِ مبین ہیں۔
(اظہر)

الٓر، تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ وَقُرۡاٰنٍ مُّبِيۡنٍ ١ (حجر، 15:1)

قرآن اور کتابِ مبین الگ الگ ذکر ہوا۔ پہلی فرصت میں ایسا لگتا جیسے قرآن الگ ہے اور کتابِ مبین الگ۔ یا شاید "و" کا ترجمہ "یعنی" سے کریں، پھر اس ترجمہ ہوسکتا کہ "یہ قرآن یعنی کتابِ مبین کی آیات ہیں۔ "

یا پھر پہلا معنٰی مراد لیں تو شاید "کتابِ مبین" سے لوح محفوظ مراد ہے۔ جس کا ذکر سورہ واقعہ اور دیگر سورۃ میں آیا:

اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ٧٧ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ٧٨ (واقعہ، 56:78)

بَل ہُوَ قُراٰنٌ مَّجِیدٌ فِی لَوحٍ مَّحفُوظٍ﴿۲۲﴾ (۸۵بروج: ۲۱-۲۲)
بلکہ یہ قرآن بلند پایہ ہے۔ لوح محفوظ میں (ثبت) ہے۔

وَاِنَّهٗ فِىۡۤ اُمِّ الۡكِتٰبِ لَدَيۡنَا لَعَلِىٌّ حَكِيۡمٌ ؕ ٤ (زخرف، 43:4)
اور یہ اُمّ الکتاب میں ہے ہمارے پاس بہت بلند وبالا بہت حکمت والی

2۔ ہُدًی وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲﴾

ہدایت و بشرات ہیں مومنین کے لیے۔
(اظہر)

ہدایت و بشارت ہے پر صرف مومنین کے لیے۔

- یہ قرآن ایک بارش کی مانند ہے، کہ جب برستا ہے تو ہر زمین اپنے ظرف کے حساب سے اس سے مستفید ہوتی ہے. (یعنی اچھی زمین سے ہریالی نکل آتی ہے، اور بنجر زمین سے کچھ بھی نہیں نکلتا اور پانی اس طرح غائب ہوجاتا جیسے کبھی پڑا ہی نہ ہو) ہر انسان کا قلب ایک زمین یا مٹی کی مانند ہے، کہ جو اس قرآن کو پڑھتا ہے (تو قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی بارش شروع ہوجاتی ہے)اور ہر ایک شخص اپنے اُس زمین/ظرف کے مطابق پیداوار دیتا ہے. کہ کسی کی زمین پھر تھوڑی پھوار سے بہت کچھ پیداوار ہوتی ہے، پھلدار درخت اور پھولدار پودے نکل آتے ہیں، تو کچھ سے قدرا کم؛ اور کچھ سے صرف گھاس پھوس نکلتی ہے، اور کچھ سے کچھ بھی نہیں نکلتا، اور کچھ سے ہوسکتا کانٹے دار جھاڑیاں، یا یا زہریلا مواد نکل آئے...

یا پھر دوسری مثال کچھ اس طرح ہے کہ ...
کبھی کبھار کچھ انمول نگینے مٹی میں دب جاتے ہیں، زمین بوس ہوجاتے، زنگ آلود ہوجاتے ہیں. پر جب قرآن کا ذکر ان قلوب کے اوپر پڑتا تو ان سے مٹی جھڑ جاتی، زمین سے نکل آتے، اور زنگ سے پاک صاف ہوکر چمک اٹھتے.

اس لیے یہ صرف "ہدایت" و "بشارت" ہے "مومنین" کے لیے.
پر یہ صرف تب ہوگا، جب بندہ قرآن کو پڑھے گا. قرآن کا ذکر جب ان تک پہنچے گا تبھی "ہدایت و بشارت" کا مصداق بنے گا.
(یعنی وہ لوگ جن کی فطرت میں 'مومن' بننے کی صلاحیت موجود ہے، وہ صفت تبھی نکھرے گی، جب قرآن کی تلاوت و ذکر

اس پر جاری ہوگا۔ وگرنہ صلاحیت ہونے کے باوجود ضائع ہوسکتی، اگر اپنی ساری زندگی وہ قرآن پر غور و خوض و عمل نہ کرے۔)

اور جو قرآن پڑھے: تو پھر تین چیزوں پر ایمان و عمل "مومن" بننے کی تکمیل کے لیے لازمی ہے، جو اگلی آیت بیان کرتی ہے۔

3۔ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳﴾

جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

(اظھر)

- مومنوں کی تین نشانیاں: صلٰوۃ قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا ، اور آخرت پر یقین رکھنا۔

- قرآن ہمیشہ ایمان کے بعد عمل صالح کا ذکر فرماتا ہے۔ یہاں عمل صالح کی جگہ نماز اور زکوٰۃ کا ذکر فرمایا کہ اعمال صالحہ کے اولین مصداق نماز اور زکوٰۃ ہیں۔ (کوثر)

- زکوٰۃ کی دو معنٰی ہیں: ایک خاص معنی جو کہ زکوٰۃ مشہور ہے اور دوسرا معنی یہ کہ کسی بھی طرح ہر ضرورت مند کی مدد کرنا۔ اس آیت میں زکوٰۃ کا یہ دوسرا معنٰی مراد ہے۔ اس لیے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اور زکوٰۃ کا رسمی حکم مدینہ میں نازل ہوا۔ (تفسیر نور)

4۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾

يقيناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے گئے، پس وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں۔
(اظھر)

- زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ (3:14)
- زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (انعام، 6:122)
- وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (انفال، 8:48)
- وَعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۳۸ (عنکبوت، 29:38)

- فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۳۲ (نجم، 53:32)
پس اپنے نفس کی پاکی کے دعوے نہ کرو۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ واقعی متقی کون ہے۔
- ان کافروں کے لیے دنیا کی زندگی بڑیّ مزین کردی گئی ہے اور وہ مذاق اڑاتے ہیں اہل ایمان کا۔ (بقرہ، 2:212)

"آخرت": ایمان کے لیے "آخرت پر یقین" ایک بنیادی چیز ہے۔ یہ ایک عمیق ٹاپک ہے، کہ جب بندے کو آخرت پر یقین ہوتا ہے، یعنی مر کر جینے کا یقین، Life after Death کا یقین، حساب کتاب کا یقین، جزا سزا کا یقین، تبھی وہ اس دنیا میں نیک عمل کی سعی اور برے عمل سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اور اپنے نیک اعمال و صدقات آگے بھیجنے کی کوشش کرتا ہے۔ (وہ جان لیتا ہے اصل زندگی تو آگے ہے، یہ بس ایک ٹریلر/trailer ہے)

اگر یہ یقین دل سے نکل جائے تو پھر انسان کی یہ چند سالہ دنیاوی زندگی بے مقصد سی بن جاتی ہے، نہ پیدا ہونے کا مقصد، نہ جینے کا مقصد، نہ محنت و مشقت کا مقصد، نہ ایثار و قربانی کا مقصد، نہ پیار و عشق کا مقصد، نہ دولت کا کوئی مقصد، نہ ملک کے لیے لڑنے کا مقصد، ... اور حتیٰ کہ نہ مرنے کا مقصد!

- **"زينا لهم اعمالهم": آخرت پر یقین ایک جگہ، پر ہر وہ شـــخص جو تھوڑی نیکی کر کے سمجھتا ہے اس نے بڑا کام کیا، سمجھ لے اس کے لیے "اعمال مزین" کردیے گئے ہیں۔ (اس ٹاپک پر احادیث بہت ہیں۔ کہ جو نیکی کرکے خود کو دوسروں سے بہتر سمجھیں / یا اترائیں وہ اُس گنہگار سے بدتر ہیں جو گناہ کرکے شرمندہ ہو، اور توبہ کرے۔)، ہر بندے کو اس پر خصوصی توجہ دینے چاہیے۔**

- **فرقہ واریت میں یہ بات انتہا پر ہوتی ہے، کہ ہر فرقہ اپنے کو انتہا درجے کا دُرست، اور دوسرے کو انتہا درجے کا غلط سمجھتا ہے۔**

- **کچھ لوگوں کے دلوں میں سـختی و تکبر ہوتا ہے، وہ دوسـروں کی راءِ پر کبھی غور و فکر نہیں کرتے، بلکہ ضـــد و ہٹ دھرمی میں اســکا انکار کیے جاتے ہیں۔ (وہ پھر بحث میں بھول جاتے ہیں کہ حق کیا باطل کیا، بس اس بات پر بضـــد ہوتے کہ بحث میں میری شکست نہ ہو) ان کو جو پہلا سبق پڑھایا گیا ہے، اُس سے ہٹ کر وہ نہ کچھ ســننے کو تیار ہوتے، اور نہ کچھ ماننے کو۔ ہر امت میں وہ لوگ جنہوں نے انبیاء کا انکار کیا وہ اســی روش چلنے والے لوگ تھے، (جو ہم پچھلی سورۃ شعراء میں پڑھ آئے)۔**
ہر نئیں بات / یا وہ بات جو آپ نے پہلی بار سُنی ہو ضروری نہیں کہ غلط ہو۔ جیسا کہ سورہ شعراء کی یہ آیت بیان کرتی:

"اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر یہ لوگ اس سے اعراض کرنے والے ہی ہوتے ہیں" **(شعراء، 26:5)**

- **(اگرچہ ضـروری نہیں کہ ہر نئیں بات درسـت بھی ہو۔ ڈیپینڈ کرتا ہے کہ بندہ علمی طور پر اُس پر غور و خوض کرے، اور صـــحیح**

بنیادوں پر پرکھ کر اس کی جانچ پڑتال کرے، اور دُرست ثابت ہونے پر اسے قبول کرنے کی ہمت بھی رکھے۔ اگرچہ پھر اپنے اسلاف کے خلاف ہی جانا پڑے۔)

5۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ وَ ہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ ہُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ ﴿۵﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارے میں ہوں گے۔

(بلاغ القرآن)

وَالۡاٰخِرَةَ ‌ؕ ذٰ لِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ ۱۱ (حج، 22:11)

نقصان اٹھانے والوں کی چند قسمیں ہیں:

الف: خاسر

ب: خسر

ج: خسران مبین

د: اخسرون

الف: وہ جس کی عمر تباہ ہوگئی ہے۔

قُلۡ اِنَّ الۡخٰسِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ (زمر/15)

کہہ دیجئے کہ اصل میں خسارے میں رہنے والے وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو خسارے میں ڈالا۔

ب: ایسا شخص جو ایمان نہیں رکھتا اور عمل صالح انجام نہیں دیتا۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ۲ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا۔۔۔ (سورہ عصر)

یقینا انسان خسارے میں ہے۔سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ۔۔۔

ج: وہ جو خدا کی عبادت تو کرتے ہیں لیکن اسے کچھ نہیں سمجھتے۔

فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ٱطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ٱنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۔ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ١١ (حج/11)
جب دنیاوی منفعت حاصل کرتے ہیں تو مطمئن ہوجاتے ہیں مگر جونہی آزمائشی مصیبت آتی ہے تو روگردانی کرتے ہوئے کفر کا رُخ کرتے ہیں۔ اس طرح دنیا و آخرت کھو بیٹھتے ہیں۔ اور یہی کھلا ہوا گھاٹا ہے۔

د: وہ لوگ جو گمراہ ہیں لیکن خیال کرتے ہیں کہ صحیح راستے پر ہیں:

اَ لَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (کہف/104)
وہ لوگ جن کی ساری کوششیں دنیاوی زندگی میں بھٹک کر رہ گئی ہیں اور اس کے باوجود وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے کام انجام دے رہے ہیں۔
(تفسیر نور)

6- وَ اِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ﴿۶﴾

اور بے شک یہ قرآن آپ کو حکیم اور علیم کی طرف سے دیا جارہا ہے۔
(اظہر)

لَتُلَقَّی القُراٰنَ: تلقی کوئی چیز وصول کرنے کو کہتے ہیں۔ القاء کسی بات کا ذہن میں ڈال دینا، تعلیم دینا۔ اسی سے تلقین ہے :اِنَّا سَنُلۡقِی عَلَیکَ قَولاً ثَقِیلاً﴿﴾۔ (۷۳ مزمل: ۵۔ عنقریب آپ پر ہم ایک بھاری حکم (کا بوجھ) ڈالنے والے ہیں۔)

یہ لفظ اس صورت کے لیے استعمال ہوتا ہے کہ وصول اور عطا کرنے کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو۔ چنانچہ ارسال، ایصال اور انزال میں واسطہ ہو نہ ہو، دونوں صورتوں کے لیے ہے۔ (کوثر)

حضرت موسی علیہ السلام

7۔ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِاَہۡلِہٖۤ اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِخَبَرٍ اَوۡ اٰتِیۡکُمۡ بِشِہَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّکُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ ﴿۷﴾

(اس وقت کو یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنے اہل سے کہا تھا کہ میں نے آگ دیکھی ہے اور عنقریب میں وہاں سے (راستہ کی) خبر لے آئونیا (پھر کوئی) انگارہ ہی لے آؤں تاکہ تم تاپ سکو۔

(اظہر)

اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَہۡلِہِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ہُدًی ۱۰ (طه، 20:10)

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى ٱلْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِۦٓ ءَانَسَ مِن جَانِبِ ٱلطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ ٱمْكُثُوٓاْ إِنِّىٓ ءَانَسْتُ نَارًا لَّعَلِّىٓ ءَاتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ ٱلنَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ (سورہ القصص28:29–31)
جب موسیٰؑ نے مدت پوری کی اور اپنے گھر والوں کے ساتھ چلے تو کوہِ طور کی طرف آگ دیکھی...

اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِاَہۡلِہٖۤ: حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے افراد خاندان کے ساتھ تھے۔ اس لیے جمع کا صیغہ سَاٰتِیۡکُمۡ استعمال فرمایا۔ (کوثر)

عربی میں جمع 3 یا تین سے زیادہ پر عائد ہوتا۔ حضرت موسیٰ خود فرما رہے، "تم سب رکو"، "تم سب کے پاس لے آئوں"۔

تو مطلب حضـرت موسٰـی کے علاوہ کم سـے کم 3 افراد اور تھے۔ (واللہ اعلم)

- **عبارت کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رات کا وقت تھا ‘ سـردی کا موسم تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے علاقے سے گزر رہے تھے جس سے انہیں کچھ واقفیت نہ تھی۔ (اسرار احمد)**

- **قرآن مجید میں 136 مرتبہ حضــرت موسٰــی کا نام آیا ہے اور 34 سورتوں میں ان کی داستان ذکر ہوئی ہے اور تقریباً 900 آیات بنی اسرائیل سے متعلق موجود ہیں۔ (تفسیر نور)**

- **ایک خیال کے مطابق حضــرت موسٰــی علیہ الســلام کا ذکر کثیر تعداد میں (شاید) اس لیے ہے کہ کیونکہ**
- **"یہ نبی (محمدﷺ) موسٰــی جیسـا" (تمہاری طرف رسـول بھیجا جیسا بھیجا فرعون کی طرف رسول۔ 73:15)...**
- **حدیث: "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا اس میں بھی ہوکر رہے گا"**

اس لیے جس نے حضـرت موسٰی علیہ السـلام کو سـمجھ لیا، اس کی شریعت کو سمجھ لیا، ان کے دشمنوں کو سمجھ لیا، اُن کی زندگی کو سمجھ لیا، اورُن کی امت کو بھی سمجھ لیا...
تو پھر اُس نے نبی مکرم ﷺ کو بھی ســمجھ لیا،، اُن کے وصــی و جانشـین کو کو پہچان لیا، بارہ کی تعداد کو میں پوشـیدہ حکمت کو ســمجھ لیا، اور خود اپنے آپ کو – یعنی اُمت کے طور پر بھی سمجھ لیا۔

جبکہ دونوں پیغمبران کا نام بھی "م" سے شروع ہوتا.

ویسے ایک نظر سے دیکھا جائے تو بنی اسرائیلی یا "اہلِ کتاب" دو بڑے حصوں میں بٹے ہوئے ہیں. یعنی "یھود و نصارٰی" ... اور اسی طرح اسلام بھی دو بڑے حصوں میں بٹا ہوا ہے، یعنی سنی و شیعہ!

اور بنی اسرائیل کا ذکر بھی کثیر تعداد میں (شاید) اس لیے بھی ہے کہ یہ ایک قوم تھی جس کے اوپر اللہ تعالٰی کا خاص فضل رہا، ایک عرصہ دراز تک یہ اللہ کی قوم رہی. جس کی شروعات حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہوئی، اور پھر پے در پے ایک کثیر تعداد انبیاء کی ان کے درمیان مبعوث ہوتی رہی. کئی الہامی کتابیں ان کے پاس تھیں. اگر یہ حق نہ چھپاتے، اور نہ توڑتے مروڑتے، تو نہ جانے (ہمیں نہیں معلوم) اللہ کی طرف سے ان کے پاس کیسے کیسے چیزیں عنایت تھی. جسکا قرآن وقتاً فوقتاً اشارہ کرتا رہتا کہ، جیسے یہ اسکو (قرآن و نبی عربیﷺ) کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنی بیٹوں کو جانتے ہیں.
یعنی یہ ایک قسم سے کئی ہزاروں سالوں کا کام تھا، اور کئی ہزاروں یا لاکھوں انبیاء کی محنت تھی. اگر یہ سیدھے اور سچے رہتے، اور آخری نبی کو بھی مان لیتے تو شاید آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا. شک و شبہات کم ہوتے، دینی ہم آہنگی ہوتی. اور توحید پرستی کے زیادہ دلائل ہوتے، اور سب آسمانی کتابیں اپنی اصل شکل میں موجود ہوتی. پھر بات ہی کچھ اور ہوتی.

8۔ فَلَمَّا جَآءَہَا نُوۡدِیَ اَنۡۢ بُوۡرِکَ مَنۡ فِی النَّارِ وَ مَنۡ حَوۡلَہَا ؕ وَ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۸﴾

پھر جب وہ وہاں پہنچے تو انہیں پکارا گیا کہ بہت مبارک ہے وہ جو اس آگ میں ہے اور وہ جو اس کے آس پاس ہے اور پاک ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے

(اسرار احمد)

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۙ۱ (فرقان، 25:1)

بڑی بابرکت ہے وہ ہستی جس نے الفرقان نازل فرمایا اپنے بندے پر تاکہ وہ ﷺ ہو تمام جہان والوں کے لیے خبردار کرنے والا

سُبۡحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِینَ :اس جملے سے اللہ کے جسم و جسمانیات سے پاک ہونے کی وضاحت فرمائی۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درخت میں حلول کیا یا درخت کو اپنا مستقر بنایا ہو یا اس کا وجود روشنی کی شکل میں کسی حاسہ بصر میں سمویا گیا ہو۔ ان تمام مخلوقات کی صفات سے پاک ذات ہے۔

(کوثر)

9۔ یٰمُوۡسٰۤی اِنَّہٗۤ اَنَا اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۙ﴿۹﴾

یا موسیٰ یقیناً وہ میں ہوں اللہ العزیز الحکیم۔

(اظہر)

عزیز یعنی بالادست غالب آنے والا اور حکمت کا مالک ہوں۔

(کوثر)

10۔ وَ اَلۡقِ عَصَاکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰہَا تَہۡتَزُّ کَاَنَّہَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّ لَمۡ یُعَقِّبۡ ؕ یٰمُوۡسٰی لَا تَخَفۡ ۟ اِنِّیۡ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۰﴾

اور اپنی لاٹھی ڈال دو، جب اُسے دیکھا تو (اس طرح) ہل رہی تھی گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا (حکم ہوا کہ) موسیٰ ڈرو مت، ہمارے پاس پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔
(جالندھری)

فَاَلۡقٰہَا فَاِذَا ہِیَ حَیَّۃٌ تَسۡعٰی ۲۰ (طه، 20:20)

جَآنٌّ :چھوٹے سانپ کو کہتے ہیں۔ (کوثر)

وَّلّٰی مُدۡبِرًا :پیٹھ پھیر کر پلٹ گئے۔ یہ خوف ایک قدرتی امر تھا جس کی تشریح سورہ طٰہ میں ہو گئی ہے۔ (کوثر) (کوثر، طه)

خوف دو طرح کا ہے: غریزی اور معنوی:
جملا "لاتخف" غریزی خوف کے بارے میں ہے۔
جبکہ معنوی خوف، مقام الٰہی سے خوف کھانا ہے جس کا ذکر دوسری آیات قرآن میں موجود ہے۔ (تفسیر نور)

اس مقام پر، مفسرین میں چھوٹی سی یہ بحث ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیوں ڈر کر بھاگے، اور پیچھے مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔
جواب آتا ہے یہ طبعی / قدرتی عمل تھا۔ ایک چیز کا جب پہلے سے بندے کو علم نہ ہو، اور اچانک سے غیر خارق عادات کوئی بات رونما ہوجائے تو اس طرح کا ردِ عمل نارمل / نیچرل ہے۔

- پر اصـــل پیغام جو اس میں پوشـــیدہ ہے، وہ یہ کہ انبیاء بھی عام انســـانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ عام انســـان کی طرح کھاتے پیتے، شادیاں کرتے، اور بازاروں میں چلتے ہیں۔ (یہ سب قرآن کہتا ہے۔)،

- ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔ (فرقان، 25:20)
- ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔ (انبیاء، 21:8)

- اور اســی طرح ہی عام انســانوں کی طرح ہی احســاســات رکھتے ہیں، جذبات رکھتے ہیں، اور اگر کوئی اچانک انوکھی چیز دیکھ لیں تو اُسی طرح کا ردِ عمل بھی دکھاتے۔

اور جب تک کســی نبی/رســول کو پہلی وحی نہیں ملتی (جس کے ذریعے وہ نبوت/رســالت کے درجے پر "آفیشــلی" فائز ہو)، تب تک وہ عام انســـان کی طرح ہی پوری زندگی گزارتے، ہیں حتٰی کہ نادانستہ طور پر کبھی ان سے قتل بھی ہوجوتا۔

یعنی قرآن کا بنیادی درس یہی ہے کہ انبیاء بھی انســـان ہیں، اگرچہ اپنے عمل وہ علم میں دوسروں سے سب سے اعلٰی ہیں۔

اور انکی پہلی زنـدگی (اعلانِ نبوت ســـے پہلے) کچھ اس طرح ہوتی کہ وہ خود نبوت و رسالت کے مقام کو earn کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالٰی کســی شــخص کو نبوت کا منصــب اویں ہی نہیں دے دتا، بلکہ اس کے امتحانات ہوتے، اور جب وہ ان ســـب میں جانے

انجانے میں پاس ہوتا جاتا ، تو پھر ایک وقت آتا کہ اس پر وہ بات آشکار ہوتی۔

پر چونکہ اللہ کی ذات خود "وقت" کی بھی خالق ہے (وہ خود وقت میں قید نہیں)۔ اس لیے وہ بندے کا اول و آخر سب کچھ جانتا ہے۔ اور وہ جانتا کہ کون کیسا عمل کرنے والا ہے، اور کون نبوت کا مستحق ہونے والا ہے، اس لیے جو مستحق ہوتا ہے، وہ پھر پیدائشی طور پر ہی نبی بھی ہوتا ہے۔ (اگرچہ وہ خود اس بات سے ممکن ہے ناآشنا ہی ہو)

بہرحال انبیاء کا احترام تو حد درجہ ضروری اور لازمی ہے، خاص کر جب جس کی تعریف خود خدا کرے۔
پر جب جب لوگوں نے انبیاء ہی کو "رب" کا درجہ دینا شروع کیا تو پھر معاملات خراب ہوتے چلے گئے۔ کئی پچھلی امتوں میں انہیں انبیاء کے بُت بنا کر پوجنا شروع کردیا، اور کئی قبروں ہی کو پوجتے رہے۔
اور اس اثناء میں اللہ کو لوگ بھولتے چلے گئے۔ یعنی لوگوں نے صرف انبیاء/اولیاء یا اللہ والوں کو تو یاد رکھا، پر انبیاء کا درس، انبیاء کا پیغام وہ بھول گئے۔ یعنی پیغام بر تو یاد رہا پر جس "پیغام" کی وجہ سے وہ پیغمبر بنے، وہی "پیغام" لوگ بھول جاتے۔

اس لیے اس آخری "پیغام" – قرآن میں، زیادہ زور "پیغام" پر ہے، نہ کہ "پیغام بر" پر۔ (تاکہ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی روش پر چل پڑو، جس پر پچھلی امتیں چلی اور گمراہ ہوئی)

11۔ اِلَّا مَنۡ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسۡنًۢا بَعۡدَ سُوۡٓءٍ فَاِنِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴿۱۱﴾

سواءِ اس کے جس نے ظلم کیا ہو، پھر وہ برائی کے بعد نیکی سے بدل دے تو پھر یقیناً میں غفور رحیم ہے۔

(اظھر)

"الا من ظلم" (سواءِ اس کے جس نے ظلم کیا ہو)، یہ پارٹ پچھلی آیت سے جڑتا ہے، یعنی، میرے پاس انبیاء ڈرا نہیں کرتے، سواء ان کے جس نے ظلم کیا ہو۔

پر انبیاء اور ظلم کریں؟ (یعنی عین ممکن ہے ایسا ہوتا ہو) تو اس لیے بات کی سختی کو کم کرنے کے لیے مغفرت کی بات بھی آگئی کہ اگر وہ برائی کے بعد اس کو نیکی سے بدل دیں تو یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے۔ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا۔

اور شاید یہ اشارہ اُس طرف بھی ہو کہ حضرت موسٰی علیہ السلام سے ایک بندہ نادانستہ طور پر قتل ہوگیا تھا... تو انہوں نے توبہ کرلی، اور برائی کو بھلائی سے بدل دیا، اور اللہ غفور و رحیم ہے۔

ظلم کو نیکی سے بدلنے کی دو صورتیں متصور ہیں: ایک یہ کہ توبہ کر لے۔ دوسری صورت بھی ہو سکتی ہے کہ ظلم کو ترک کر کے اس کی جگہ نیکیاں کرنا شروع کرے تو اِنَّ الحَسَنٰتِ یُذہِبنَ السَّیِّاٰتِ .... (۱۱ ہود: ۱۱۴) نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں

جیسے شرک چھوڑ ایمان لے آئے تو ظلم نیکی میں بدل جاتا ہے۔

(کوثر)

12۔ وَ اَدۡخِلۡ یَدَکَ فِیۡ جَیۡبِکَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ ۟ فِیۡ تِسۡعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ قَوۡمِہٖ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ﴿۱۲﴾

"اور ذرا اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں تو ڈالو، چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے"، " یہ (دو نشانیاں) نو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اس کی قوم کی طرف (لے جانے کے لئے) وہ بڑے بدکردار لوگ ہیں۔"

(فی ظلل القرآن)

حضرت موسٰی علیہ السلام کی نو نشانیوں پر تفصیلی اسٹڈی ہم نے سورہ اعراف کی آیت 133 میں کی ہے۔

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمُ الطُّوۡفَانَ وَ الۡجَرَادَ وَ الۡقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۟ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا وَ کَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۳۳﴾

پس ہم نے مفصل نشانیوں طور پر ان کے طرف بھیجے طوفان اور ٹڈیاں، اور جوئیں اور مینڈک اور خون۔ پھر بھی تکبر ہی کرتے ہرہے اور وہ ایک بڑی مجرم قوم تھے۔

(مشہور) نو معجزات کے علاوہ حضرت موسٰی علیہ السلام کے پاس ان سے زیادہ معجزات تھے۔ (جیسے)

قحط اور خشک سالی (اعراف/130)

دریا کے پانی کا دو حصوں میں تقسیم ہوجانا (بقرہ/50)

پتھر سے بارہ چشموں کا نکلنا (بقرہ/60)

من و سلوٰی کا نزول (بقرہ/57) (تفسیر نور)

- **مزید:**
بادل کا سائبان (اعراف، 7:160)
پہاڑ کا سائبان (اعراف، 7:171)

- **کچھ اور چیزوں کو بھی اگر شـــامل کریں جو یا معجزہ کہیں یا ایسی چیز جو نارمل نہ ہو۔**
خود حضـرت موسـی علیہ السـلام کا صـندوق مین پھینکا جانا اور نہ صرف زندہ بچنا بلکہ فرعون کے دربار میں نمودار ہونا۔
بیبی آسیہ کی ان کے لیے محبت اور فرعون کا انہیں قتل نہ کرنا۔
اور پھر فرعون کے دربار میں ہی پلنا۔
Exile میں آنے کے بعد ایک اور پیغمبر سے (حضرت شعیب علیہ السلام) سے ملنا۔
درخت میں آگ۔
اور
اللہ کا ان سے کلام کرنا۔
سب غیر معمولی واقعات میں سے ہیں۔

- **بنی اسـرائیل میں بعد میں ناخلف ان کے جانشـین بنے، ان کو یہ بات سـمجھ نہ آئی کہ ہاتھ کا روشـن ہونا کس طرح ہوسـکتا ہے؟ اس لیے انہوں نے اس میں "معقولیت" پیدا کرنے کی کوشش کی (کہ اُس دور میں جسم کا کوئی حصہ سفید صرف کسی بیماری / برص وغیرہ سـے ہی ممکن ہوسـکتا تھا اس لیے قیاس کیا) اور کہا کہ وہ ایک بیماری سے سفید ہوجاتا تھا۔**

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اُس کی correction کردی اور فرمایا کہ وہ بغیر کسی "سوء" بیماری یا تکلیف کے روشن ہوتا تھا۔

بہرحال، یہی کچھ روش آجکل ہم مســلمانوں میں بھی رائج ہے، کہ جہاں کوئی بات ســمجھ نہیں آتی (کســی معجزہ وغیرہ کی شــکل میں) تو وہاں اپنے حســاب ســے اُس میں "معقولیت" پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پھر کچھ معراج کو نہیں مانتے، کہتے ممکن نہیں، یا پھر بول پڑتے کہ وہ صرف خواب تھا۔

اور کچھ "جنوں" کو نہیں مانتے، اور کہتے یہ عربوں کے بدو/ خانہ بدوش لوگ تھے۔

13۔ فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ اٰيٰتُنَا مُبۡصِرَةً قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۳﴾

تو جب ان کے پاس ہماری آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں آئیں انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

(اسرار احمد)

📖 لوگ معجزے کے مطالبہ ایمان کے لیے نہیں ، بہانہ جوئی کے لیے کرتے ہیں۔ (کوثر)

14۔ وَ جَحَدُوۡا بِهَا وَ اسۡتَيۡقَنَتۡهَاۤ اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا وَّ عُلُوًّا ؕ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۱۴﴾

اور انہوں نے ان کا انکار کیا ظلم اور سرکشی کے ساتھ جبکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کیا تو دیکھ لو! کیسا ہوا انجام مفسدوں کا۔

(اسرار احمد)

✎ یہ آیت ہمیں آیت 4 کی طرف لے جاتی "زینا لھم اعمالھم". جب انا، ضد، ہٹ دھرمی، تکبر آجائے تو پھر "دل سے تسلیم" کرنے کے باوجود بھی بندہ نہیں مانتا.

✎ یہ ٹاپک ایک بار پھر سے اس سورۃ کے آخر میں آئے گا کہ اللہ تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائے گا، حتیٰ کے زمین سے دابۃ نکلے گا اور باتیں کرے گا... اگر اسکے باوجود بھی نہیں مانیں تو یہ تمہارے ضد سرکشی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے. یا پھر تم اپنے پیروں مرشدوں کی اندھی تقلید میں ہو (جیسے فرعونی فرعون کی تقلید میں تھے کہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اور سنتے ہوئے بھی نہیں مانے!)

🕮 ابوعمر زبیری نے امام صادق علیہ السلام سے قرآن مجید میں ذکر ہونے والی أنواع کے متعلق سوال کیا.
امام نے فرمایا: کفر کی پانچ قسمیں ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کے دل میں یقین اور شناخت موجود ہے لیکن وہ پھر بھی انکار کرتا ہے. پھر امام یہ آیت تلاوت فرمائی: وَ جَحَدُوا بِہَا وَ استَیقَنَتہَا اَنفُسُہم. (تفسیر نور، بحوالہ کافی)

داؤد و سلیمان علیہم السلام

15۔ وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیۡمٰنَ عِلۡمًا ۚ وَ قَالَا الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّنۡ عِبَادِہِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴿۱۵﴾

اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا اور ان دونوں نے کہا کہ شکر ہے اللہ کے لیے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔
(وحیدالدین)

📖 ممکن ہے کہ حضرت داودؑ اور حضرت سلیمانؑ کو جو علم عطا کیا گیا ہے، اس سے مراد قضاوت کا علم ہو، اس آیت کی دلیل کے ساتھ "وَاٰتَینٰهُ الحِکمَةَ وَفَصلَ الخِطَابِ ۲۰" (ص/20) یعنی ہم نے داود کو حکمت و قضاوت عطا فرمائی۔ نیز یہ دلیل کہ "فَفَهَّمنٰهَا سُلَیمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَینَا حُکمًا وَّعِلمًا" (انبیاء/79)

دوسرا احتمال یہ ہوسکتا ہے کہ شاید علم سے مراد زرہ بنانے کا علم ہو۔ جیسے یہ آیت "وَعَلَّمنٰهُ صَنعَةَ لَبُوسٍ" (انبیاء/80)۔
لیکن بہتر یہ ہے کہ علم کو عام معنی میں لیں، یعنی علم سے مراد ملک کو چلانے کی آگاہی۔ (تفسیر نور)

📖 **سوال: بعض افراد کو خداوند متعال کیوں خاص نعمات عطا فرماتا ہے؟ کیا یہ کام عدالت کے ساتھ سازگار ہے؟**

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ عدالت کا معنی یہ نہیں ہے کہ ہر ایک کو ایک جیسا عطا کیا جائے۔ کیا استاد جو اپنے شاگردوں کو نمبر دیتا ہے یا وہ ڈاکٹر جو ہر بیمار کو الگ نسخہ لکھ کر دیتا ہے، ظالم ہے؟

دوسـری بات یہ ہے کہ مخصـوص نعمات ملنے پر مخصـوص ذمہ داریاں بھی انسان پر عائد ہوتی ہیں۔
تیسـری بات یہ ہے کہ خدا پر ہمارا کوئی قرض نہیں ہے کہ ہم اس میں سـے جو چاہیں اس سـے مانگ لیں، بلکہ وہ اپنے فضـل کے مطابق عطا فرماتا ہے۔
چوتھی بات یہ ہے کہ الطافِ الٰہی بعض شــرائط کے وقوع پذیر ہونے پر منحصــر ہوتی ہیں۔ جب تک کوئی انســان یا معاشــرہ ان شــرائط کو پورا نـہ کرے الطـافِ الٰہی ظہور پـذیر نہیں ہوتیں۔ (تفسیر نور)

اس بات کی دلیل ی آیت بھی ہوسکتی ہے:
۞ وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَلٰـكِنۡ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ‌ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرٌۢ بَصِيۡرٌ‏ ۲۷ (شوریٰ، 42:27)
اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کردیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے لیکن وہ اندازہ سے اُتارتا ہے جتنا چاہے بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اُنھیں دیکھتا ہے۔

خصوصی علم خاص بندوں کے لیے

پروردگارِ عالم اپنے بعض علوم اپنے خاص بندوں کو تعلیم فرماتا ہے۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر ہے منجملہ:

1. **حضرت آدمؑ کو تمام اشیاء کا علم دیا۔**
   وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا (بقرہ، 2:31)

2. حضرت خضر کو باطنی علوم اور تاویل کا علم سکھایا۔
   قَالَ لَهٗ مُوۡسٰى هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا (کہف، 18:66)
   موسیٰ نے اس سے کہا ” کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے ؟

3. حضرت یوسف کو تعبیر خواب کا علم دیا۔

- وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (یوسف، 12:6)

- اور Agriculture کا۔
- قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۵۵ (یوسف)

آپ نے فرمایا کہ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور جاننے والا بھی ہوں

4. حضرت داودؑ کو زرہ سازی کاعلم دیا۔

- وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ (انبیاء، 21:80)

5. حضرت سلیمانؑ کو پرندوں کی زبان سکھائی۔

- عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (نمل، 27:16)

6. حضرت سلیمانؑ کے معاون کو ایسا علم عطا فرمایا کہ وہ ایک سلطنت کا تخت ایک ملک سے اٹھا کر دوسرے ملک میں (پلک جھپکتے) لے آیا۔

- قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ (نمل، 27:40)

7. حضرت طالوتؑ کو عسکری فہم و تعلیم دی۔

- قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ(بقرہ، 2:247)

8. رسولِ اکرمؐ اور دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام کو علوم غیب عطا کیے۔

- اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ (جن، 72:27)

سوائے اس رسول کے جسے اس نے (غیب کا علم دینے کے لئے) پسند کرلیا ہو ، تو اس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے۔

وراثتِ انبیاء

16۔ وَ وَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ وَ اُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۶﴾

اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا بےشک یہ (اُس کا) صریح فضل ہے۔

(احمد علی، احمد رضا خان، جالندھری)

وَوَهَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَیۡمٰنَ ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ (ص، 38:30)

قرآن صریح الفاظ میں کہتا ہے انبیاء وراثت چھوڑتے ہیں اور انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اس پر تفصیلاً اسٹڈی سورہ مریم کی شروعات میں آچکی جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام اللہ سے دعا کرتے کہ مجھے بیٹا عطا کر جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے۔

یَّرِثُنِیۡ وَیَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ٭ۖ وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِیًّا ۶ (مریم، 19:6)
تو مجھے اپنے فضل خاص سے ایک وارث عطا کر دے جو میرا وارث بھی ہو اور آل یعقوب کی وراثت بھی پائے۔۔۔

مفسر الکوثر نے اس پر to the point اجمالاً بحث کی ہے، جس کی شروعات کی ایک دو پیرا یہاں نقل کر دی جاتی، باقی تفصیل ان کے پیج پر پڑھی جاسکتی:

ہمارا موقف یہ ہے کہ وہ مال و حکومت کے وارث بنے کیونکہ باپ کی وفات پر اس کا مال اولاد کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن علم و نبوت میں ایسا نہیں ہے کہ باپ کا انتقال ہوتے ہی باپ کا علم اولاد کی طرف منتقل ہو جائے۔ اسی طرح نبوت بھی ہے۔ چنانچہ

باپ عالم ہوتا ہے، بیٹا جاہل۔ نبوت میں بھی ایسا ہے۔ باپ نبی ہیں، بیٹا نہیں۔

حتیٰ اگر باپ بیٹا دونوں نبی ہیں تو بھی بیٹے کی نبوت اللہ کی طرف سے ہے، باپ کی طرف سے نہیں۔ البتہ باپ کے بعد مسند نبوت پر فائز ہونے کی صورت میں مجازاً وارث کہتے ہیں۔

لہٰذا یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ میراث کا اطلاق مال پر حقیقتاً ہوتا ہے، علم و نبوت پر مجازاً۔ جیسے اِنَّ الْعُلَمَائَ وَرَثَۃَ ُالْاَنْبِیَائِ ۔ (الکافی ۱: ۳۲) علماء انبیاء کے وارث ہیں ، میں علماء کو وارث کہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیہ وَ اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِینَ﴿﴾ (۲۶ شعراء: ۲۱۴) اپنے قریبی ترین رشتہ داروں کی تنبیہ کرو) کے تحت خصوصی طور پر واجب ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے لیے حلال و حرام بیان کریں۔
تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو نہیں بتایا کہ آپ کو میری میراث نہیں ملے گی؟ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو علی الاعلان بتاتے ہیں:
فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما یوذیہا ۔ (بحار ۲۳: ۲۳۴)
فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جو فاطمہ کو اذیت پہنچائے اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم اپنی اولاد تک نہیں پہنچایا؟ یا جناب سیدہ (س) نے اپنے بابا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کر کے میراث کا مطالبہ کیا؟ آپ ان دونوں باتوں میں سے کس بات کو اختیار کریں گے؟
ہم پر یہ سوال نہیں آتا چونکہ ہم یہ مؤقف رکھتے ہیں کہ ایسا کوئی حکم ہے ہی نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے وارث نہیں ہوتے بلکہ ہم تو قرآنی تصریحات کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی اولاد اپنے آباء و اجداد کی وارث بنتی ہے۔ (الکوثر فی تفسیر قرآن)

📖 جناب سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے... اور ظاہر ہے کہ وراثت اور ورثہ سے تبادر ذہنی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد اور اموال کی وراثت کی طرف ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اس وراثت سے علم و نبوت کی میرث مراد لی ہے انہوں نے غور نہیں فرمایا کہ علم ہو یا نبوت یہ نقل و انتقال کے قابل چیزیں نہیں ہیں۔ (فیضان الرحمٰن)

✏ یہ بات اس تناظرے میں (جو آیت 10 کے ضمن میں بیان کی گئی) عجیب سے نکل کر آتی کہ وہ فرقہ یا گروہ جو عموماً انبیاء کو ایک عام انسان سے بڑھ کر کچھ نہیں سمجھتا، اور کہتا کہ یہ انبیاء ہماری طرح ایک عام انسان ہی تھے۔ پر جب انبیاء کے عام انسانی حقوق کی بات آتی تو وہی فرقہ پھر انبیاء کو عام انسان

سے ہٹا کر کچھ اور بنا دیتا ہے، اور کہتا کہ انبیاء مالی وراثت نہیں رکھتے!؟

- اگرچہ انبیاء بشری طور پر عام انسان ہی تھے، اور اللہ نے ان کی وہ اوصاف بار بار گنوائے، اور ان کی خطائیں بھی گنوائی، تاکہ لوگ انبیاء و ائمہ کو "رب" کا درجہ نہ دیں دیں۔ انبیاء کی اطاعت کرنیں کے بجائے انبیاء کو پوجنا شروع کر دیں، اور انہیں کے ناموں کی تسبیحات پڑھنے لگ جائیں (اور اس طرح (تدریجاً) اللہ کی حمد و تسبیح لوگ بھول جائیں...

- پر جب انبیاء بشری طور پر عام انسان ہی تھے: اُسی طریقے سے پیدا ہوتے ہیں، جوان ہوتے ہیں، شادیاں کرتے ہیں، بچے ہوتے ہیں، بوڑھے ہوجاتے ہیں، بال سفید ہوتے ہیں، نابینا ہوتے ہیں، کاروبار کرتے ہیں، تجارت کرتے ہیں۔ جب سب عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے تو پھر "مالی وراثت" کیوں نہیں ہوتی؟
یقیناً وہ بھی ہوتی ہے، اور قرآن گواہ ہے، حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے وارث بنے (نبوت کے وارث نہیں، بلکہ بادشاہت اور ملکیت کے وارث بنے۔) حضرت یحیٰؑ حضرت زکریاؑ کے وارث بنے، (نبوت و علم کے وارث نہیں۔ ملکیت اور اس مرتبہ کے وارث جو انہیں حاصل تھا)... نبوت و علم تو منتقل ہونے والی چیز ہی نہیں۔

- جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے اُس وقت

کے حاکم سے اجراء میراث کا مطالبہ کیا تھا لیکن حاکم نے بی بی کو میراث نہ دی اور کہا کہ آپ کے والد فرما گئے تھے: "نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث، ماترکناہ صدقة" (ہم گروہ انبیاء کسی کے وارث نہیں ہوتے اور ہمارا بھی کوئی وارث نہیں ہوتا، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔)

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ اُس وقت بی بی خاتونِ جنت نے اُس سے یہ کہا: ابوقحافہ کے فرزند! کیا اللہ کی کتاب میں یہ مرقوم ہے کہ تو تو اپنے باپ کی مراث حاصل کرے لیکن میں اپنے والد کی مراث سے محروم رہوں؟ یقیناً تو نے ایک عجیب بات کہی ہے۔ کیا تم لوگوں نے جان بوجھ کر اللہ کی کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا ہے؟ اللہ تعالٰی نے تو قرآن میں فرمایا ہے: وورث سلیمٰن داؤد "سلیمان داؤد کے وارث بنے"۔ اگر انبیاء کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے تو حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے وارث کیسے قرار پائے تھے؟ (نورالثقلین)

📖 صحیح مسلم کے حوالہ سے منقول ہے کہ ... اس کے بعد خاتونِ جنت نے مذکور سے مقاطعہ کرلیا اور کلام کرنا چھوڑدیا۔ یہاں تک کہ اُن کی وفات ہوگئی۔ حضرت علی نے ان کے جنازہ کی ابوبکر کو اطلاع تک نہ دی اور خود ہی اُن کی نمازِ جنازہ پڑھ کر انہیں دفن کردیا۔ (نورالثقلین)

📖 **Abu Bakr said to her, "Allah's Apostle said, 'Our property will not be inherited, whatever we (i.e. prophets) leave is Sadaqa (to be used for charity)." Fatima, the daughter of Allah's Messenger (ﷺ)**

got angry and stopped speaking to Abu Bakr, and continued assuming that attitude till she died. (Bukhari # 3092)

پرندوں کی زبان

17۔ وَ حُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُہٗ مِنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ وَ الطَّیۡرِ فَہُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ﴿۱۷﴾

سلیمان کے لئے جن اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے تھے اور وہ پورے ضبط میں رکھے جاتے تھے۔

(سید قطب/فی ظلال القرآن)

وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ۔ (نمل، 16)

حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ بادشاہی عنایت ہوئی تھی جو کسی نبی کو نہیں ہوئی۔ ان کی بادشاہی کا دائرہ انسان کے علاوہ جنات اور پرندوں تک وسیع تھا۔ چنانچہ اس آیت میں صراحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ ان کے لشکر میں جنات، انسان اور پرندے جمع تھے۔ اس صراحت کے خلاف تاویل کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے کہ ظاہری معنی مراد لینا ممکن نہ ہو۔ (کوثر)

لفظی اعتبار سے صرف تین جنود (لشکر) کا ذکر ہے ہے: جن و انس اور طیر (پرندے)۔ (سب جانوروں کا نہیں!)

اس کے علاوہ "ہوا" اور "پگھلا ہوا تانبا"۔

وَلِسُلَیۡمٰنَ الرِّیۡحَ غُدُوُّهَا شَهۡرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهۡرٌ ۚ وَ اَسَلۡنَا لَهٗ عَیۡنَ الۡقِطۡرِ ؕ (سبا، 34:12)

اور سلیمان کے لیے ہم نے ہوا کو مسخر کردیا، اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی ہوتی اور اس کی شـــام کی منزل ایک مہینہ کیاور ہم نے اس کے لیے تانبے کاچشمہ بہادیا۔

✎ **اور آیت 16 میں وہ خود یہی فرما رہے "ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔"**
(اگرچہ اس بات سے اعتراض نہیں اگر وہ سب جانوروں کی زبان بھی جانتے ہوں، پر جو بات واضح ہے، وہی سب سے اولٰی ہے)
سـوره ص میں جب گھوڑے ان کے سـامنے پیش کیے جاتے ہیں،...
اور کچھ مفســرین کی راء کے مطابق وہ ان گھوڑوں کی وجہ سـے نماز قضا ہوجاتی ہے تو وہ انہیں ذبح کر ڈالتے ہیں، ان کی گردنوں اور ٹانگوں پر مســح کرتے ہیں (یعنی ایک قول کے مطابق کاٹ دیتے..)
پھر سـوال اٹھتا ہے، گھوڑے پرندوں سـے زیادہ بڑے اور سـمجھدار جانور ہیں، تو اُس وقت انہوں نے بات کر کر کیوں نہیں کہا کہ آپ کی نماز قضا سے ہمارا کیا قصور؟ ہماری کیوں گردنیں اور ٹانگیں کاٹی جارہی؟ اب ٹانگیں کٹی یا نہ کٹی، وہ الگ بحث ہے، پر اصـل مدعا یہ ہے کہ آیت 16 میں بتایا گیا کہ وہ صــرف "پرندوں کی زبان" جانتے تھے۔

آئمہ کا پرندوں سے کلام کرنا

🕮 **محمد بن مســلم راوی ہیں کہ ہم حضــرت امام محمد باقر علیہ السـلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کبوتروں کا ایک جوڑا آپ کے**

سـامنے آکر بیٹھا اور اُنہوں نے آپ کے سـامنے غٹرغوں غٹرغوں کی۔ جواب میں امام نے بھی ایسـی ہی آواز نکالی۔ پھر وہ جوڑا اُڑ کر دیوار پر جا بیٹھا۔ ہم نے کہا کہ مولا! ان کبوتروں کا کیا معاملہ ہے؟

آپ نے فرمایا: خدا کی تمام مخلوق انسـانوں کی بہ نسـبت ہماری زیادہ اطاعت گزار ہے۔ اس کبوتر کو شـک تھا کہ اس کی مادہ بے وفائی کر رہی ہے۔ مادہ نے قسـمیں کھا کر اسے اپنی وفا کا یقین دلایا لیکن وہ مطمئن نہ ہوا۔ پھر مادہ نے اس سـے کہا کہ آؤ ہم امام محمد باقر علیہ السلام سے فیصلہ کراتے ہیں۔

کبوتر نے کہا ٹھیک ہے، مجھے ان کا فیصـلہ منظور ہے۔ چناچہ یہ دونوں اسی غرض سے میرے پاس آئے تھے۔ میں نے کبوتر کو اس کی مادہ کی وفاداری کا یقین دلایا اور کہا کہ وہ شـک کرکے مادہ پر ظلم کر رہا ہے۔ میری بات سن کر کبوتر کو اطمینان ہوگیا اور اب وہ دونوں ہنسی خوشی یہاں سے روانہ ہوئے ہیں۔ (نورالثقلین)

📖 **مناقب شـہر آشـوب میں تفسـیر ثعلبی کے حوالہ سے منقول ہے کہ چیل (گدھ) نے اپنی آواز نکالی تو امام زین العابدین علیہ السـلام نے فرمایا: یہ کہتی ہے: اے ابن آدم! جتنا چاہے جی لے، لیکن تیری زندگی کا انجام موت ہے۔ اور ایک کوے نے کائیں کائیں کی تو آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے کہ لوگوں سـے دُور رہنے میں سـلامتی ہے۔ ایک قنبرہ (قنبری) نے آواز نکالی تو آپ نے کہا: یہ کہتا ہے کہ خدایا! دشمنانِ آل محمد پر لعنت بھیج۔ ایک ابابیل نے آواز نکالی تو آپ نے کہا: یہ کہتا ہے: الحمد للہ رب العٰلمین... اور ضآلین کی مد کو کسی قاری کی طرح سے کھینچتا ہے۔**

چڑیا چہچہارہی ہیں تو حضــرت امام باقر علیہ الســلام نے فرمایا کہ یہ خدا کی تسبیح کر رہی ہیں اور خدا سے آج کے دن کی روزی مانگ رہی ہیں۔ حضـرت امام محمد باقر علیہ السـلام نے فرمایا کہ خدا نے حضــرت ســلیمان علیہ الســلام کی طرح ســے ہمیں بھی پرنـدوں کی بولیوں کـا علم دیـا ہے اور ہمیں ہر چیز عطـا کی ہے۔ (نورالثقلین)

📖 بصـائر الدرجات میں سـلیمان سـے روایت ہے کہ میں ایک باغ میں حضـرت امام علی رضـا علیہ السـلام کے سـاتھ موجود تھا کہ اتنے میں ایک چڑیا آپ کے پاس آکر بیٹھ گئی اور چیخنے چلانے لگی۔ آپ نے مجھ سـے فرمایا کہ یہ چڑیا میرے پاس آکر فریاد کررہی ہے اور کہتی ہے کہ ایک ســانپ میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے مجھے اس کے شـر سـے بچائیں۔ لہٰذا تم عصـا لے لو اور جاکر سـانپ کو ماردو۔ میں عصا لے کر گیا تو وہاں ایک سانپ موجود تھا۔ میں نے جاکر اسے مار ڈالا۔ اس کے بعد چڑیا خاموش ہوگئی۔ (نورالثقلین)

✎ پچھلی امتوں میں پرندوں کی زبان حضـرت داؤد علیہ السـلام اور حضــرت ســلیمان علیہ السـلام جانتے تھے، تو اس امت میں بھی ائمہ علیہم الســلام پرندوں کی زبان جانتے تھے... (اس حســاب ســے "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا، اس امت میں ہوکر رہے گا" کے تحت یہ بات بھی پایہ تکمیل کو پہنچی۔)

نمل

18۔ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَۃٌ یّٰۤاَیُّہَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰکِنَکُمۡ ۚ لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَ جُنُوۡدُہٗ ۙ وَ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۸﴾

یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ، کہیں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں کچل نہ ڈالے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے۔

(بلاغ القرآن/کوثر)

✎ یہ وہ آیت اور واقعہ ہے جس سے اس سورہ کا نام "نمل" پڑا۔

i. چیونٹیوں میں رہنما اور رعیت کا نظام ہے جو احکام جاری کرتے ہیں اور ان پر عمل ہوتا ہے۔

ii. چیونٹیوں میں افہام و تفہیم کا نظام موجود ہے۔

iii. چیونٹی انسانوں کو ان کی خصوصیتوں کے ساتھ جانتی ہیں۔ چنانچہ اس چیونٹی نے سلیمان کا لشکر کہ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی شخصیت کا اظہار کیا کہ یہ لشکر ان کا ہے۔ وَ ہُم لَا یَشۡعُرُوۡنَ کہ کر انسان اور چیونٹی کی نسبت کا اظہار کیا کہ چیونٹی کچل جائے تو انسانوں کو پتہ نہیں چلتا۔ (کوثر)

✎ چیونٹی، اس طرح کے دوسرے جانور جیسے دیمک، شہد کی مکھی وغیرہ میں سوشل نظام ہوتا ہے، جس میں ایک رانی/Queen ہوتی، اور کچھ نر چیونٹیاں ہوتیں، اور کچھ زیادہ تعداد میں فوجی/Soldiers چیونٹیاں ہوتی ہیں، جو اپنے گھر/کالونی کو دشمنوں سے بچاؤ کرتیں ہیں، ان کا سائیز اور جبڑے دوسری عام چیونٹیوں سے زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ اس کے

علاوہ باقی کثیر تعداد ایسی چیونٹیوں کی ہوتی جنہیں workers/مزدور کہتے، ان کا کام کھانا ڈھونڈ کر لانا اور رانی کے انڈوں کی دیکھ بال کرنا ہوتا ہے۔

📖 A supercolony occurs when many ant colonies over a large area unite. Until 2000, the largest known ant supercolony was on the Ishikari coast of Hokkaidō, Japan. The colony was estimated to contain 306 million worker ants and one million queen ants living in 45,000 nests interconnected by underground passages over an area of 2.7 km² (670 acres).[14] (Wiki – Ant Colony 🐜)

📖 انبیا اپنی روزمرہ کی زندگی میں عام لوگوں کی طرح زندگی گذارتے تھے۔"لا یحطمنکم سلیمٰن" (تفسیر نور)

19۔ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنۡ قَوۡلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰهُ وَ اَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۹﴾

پس سلیمان اس کی بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑا اور کہا، اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور یہ کہ میں نیک کام کروں جو تجھ کو پسند ہو اور اپنی رحمت سے تو مجھ کو اپنے نیک بندوں میں داخل کر۔
(وحیدالدین)

📖 ضَحْکاً ۔ خوشی کی وجہ سے چہرہ کا انسباط ،اور دانتوں کا کھل جانا۔ ہنسنا۔ ضَحْکٌ (ہنسی)، کا پہلا درجہ تبسم ہوتا ہے۔ ضَحِکَ کے معنی تعجب کرنے یا تعجب سے ہنسنے کے بھی ہیں*(تاج)۔ضَحِکَ الرَّجُلُ۔ اس آدمی کو تعجب ہوا**(محیط)۔ ابن

فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی کھلنے اور ظاہر ہونے کے ہیں۔ (لغات القرآن)

📖 علامہ طبرسـی نے اس پہلو کی طرف ٹھیک ہی توجہ کی ہے کہ معلوم ہوتا ہے اس سفر میں جناب سلیمان علیہ السلام اپنی فوج کے ساتھ دوش ہوا پر نہ تھے بلکہ خشکی میں مرکبوں پر سوار جارہے تھے، اس لئے چیونٹیوں کے پامال ہوجانے کا اندیشہ تھا۔ (فصل الخطاب)

? آیت 17 (تین جنود) کے حوالے سے: سوال یہ پیدا ہوتا اگر وہ صرف "جن، انس اور طیر" پر حکومت کرتے تھے اور ان کی زبانیں جانتے تھے، تو پھر یہاں "چیونٹی" (نمل) کی بات کیسے سُن لی؟

جواب یہی ہے کہ (اگرچہ اعتراض نہیں کہ اگر وہ جانتے بھی ہوں) پہلی بات، چیونٹے کے ساتھ ان کی گفتگو کا ذکر نہیں۔

صرف چیونٹی کی بات انہوں نے سُن لی۔ اور آیت میں یہ واضح نہیں ہے کہ انہوں نے چیونٹی کی بات کیسے سُنی؟

- آیا خود سے سُن لی، اگر وہ جانوروں یا کیڑے مکوڑوں کی زبانیں بھی سنتے سمجھتے تھے (اگرچہ ان میں کچھ بہت دھیمی آوازیں بھی ہوتے۔)
- یا ممکن ہے ہوا نے ان کو سننے میں مدد کی (کیونکہ جب آواز کی لہریں ہماری کانوں تک پہنچتی تبھی ہم سن پاتے، اور بہت دھیمی آوازیں عموما ہمارے کانوں تک نہیں پہنچتی)
- یا کسی فرشتے نے ان کو وحی کے ذریعے خبر دی؟

⇦ یا ہوسکتا جنوں میں سے کسی نے خبر دی ہو (کہ جنوں کے بارے میں ہم پوری طرح نہیں جانتے۔)

روایات میں کچھ ایسی روایات آتی ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس چیونٹی کو بلا کر اس سے بات بھی کی۔
پر یہ exceptional case بھی ہوسکتا، اور عین ممکن ہے یہ گفت شنید بیچ میں کسی میڈیم /مترجم کے ذریعے ہوئی ہو۔ (واللہ اعلم)

پر قرآن کے متن سے جو بات واضح ہے وہ یہی کہ "اس کے قول پر وہ مسکرادیے"۔ (یعنی قرآن یہ الفاظ بھی استعمال نہیں کر رہا کہ "چیونٹی کی بات حضرت سلیمان نے سُنی"... اگر "مسکرانے" سے ہم اخذ کرلیتے کہ ایسا ہی ہوا۔ پر قرآن نے یہ الفاظ واضح نہیں کہے۔
پر آگے کی آیات میں ہُدہُد کے معاملے میں گفتگو بہت کلیئر ہوتی، وہ بات کلیئر کٹ بتاتی وہ گُفت شنید بلکہ آمنے سامنے روبرو ہورہی تھی۔
اس لیے، یہ خیال و مفروضہ اب تک زیادہ قوی ہے کہ وہ جانوروں میں صرف پرندوں ہی کی زبان سمجھتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔

📖 ایک طویل حدیث کے ضمن میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا: حملت الرح صوت النملة الی سلیمان الخ۔

کہ اس ہوا نے جسے خدا نے سلیمانؑ کے لئے مسخر کیا تھا چیونٹی کی آواز جناب سلیمان تک پہنچائی تھی۔

اس سے معلوم ہو اکہ چیونٹی کی آواز کے سننے اور سنانے میں قادر مطلق کی قدرت کی کرشمہ نمائی شامل تھی۔

(تفسیر فیضان الرحمٰن، بحوالہ عیون الاخبار و تفسیر صافی)

(آنلائن ریفرنس)

ہُدہُد / / Hoopoe

20۔ وَ تَفَقَّدَ الطَّیۡرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَاۤ اَرَی الۡہُدۡہُدَ ۫ۖ اَمۡ کَانَ مِنَ الۡغَآئِبِیۡنَ ﴿۲۰﴾

اور (انہوں نے ایک دن) پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا کیا بات ہے کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھ رہا ہوں کیا وہ کہیں غائب ہے؟

(اظھر)

21۔ لَاُعَذِّبَنَّہٗ عَذَابًا شَدِیۡدًا اَوۡ لَاَاذۡبَحَنَّہٗۤ اَوۡ لَیَاۡتِیَنِّیۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۱﴾

میں اسے بہت سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس کوئی واضح دلیل لے کر آئے۔

(اسرار احمد)

✎ جن پر وہ حکومت کرتے تھے تھے، اُن پر وہ پورا اختیار بھی رکھتے تھے کہ آیا کسی کو عذاب دیں یا ذبح کر ڈالیں (یا آزاد کردیں، یا

زنجیروں میں جکڑ کر رکھیں...) پھر چاہے وہ جن ہوں، انس ہوں یا پرندے ہوں۔
جیسا کہ سورہ ص کی یہ آیت کہتے ہے:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامنُن اَو اَمسِك بِغَيرِ حِسَابٍ ٣٩ (ص، 38:39)

ایک کامیاب بادشاہ کا طور طریقہ یہی رہتا ہے کہ وہ اپنی فوجوں میں نظم و ضبط کو بہت سختی سے اہتمام کرتا ہے۔ ہر چیز کو منظم طریقے سے، سلیقے سے اور بالکل ٹھیک وقت پر ہونا چاہیے۔ اور جب کوئی اُس discipline پر عمل نہ کرے ، تو ضروری ہے کہ اُس پر سختی سے کام لیا جائے۔ ورنہ نظام میں خلل آسکتا ہے، لوگ نرمی کا غلط فائدہ اٹھا لیتے ہیں، اور بادشاہ ہونے کی قابلیت پر انگشت اٹھ جاتی ہے۔
آج ایک نے خلاف ورزی کرنے کی جرات کی ہے تو کل سو اور کریں گے، اور اس طرح پوری بادشاہی کا شیرازہ بکھر سکتا ہے۔ (خصوصا جب ان کی رعیت میں سرکش جنات بھی تھے۔)

22۔ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ﴿۲۲﴾

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اس نے (حاضر ہو کر) کہا: مجھے اس چیز کا علم ہوا ہے جو آپ کو معلوم نہیں اور ملک سبا سے آپ کے لیے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔
(بلاغ القرآن)

یعنی کوئی نبی جس کو ایسی عظیم الشأن حکومت و طاقت ملی ہو، جن انس پرندے اور ہوا مسخر کر دیئے گئے ہوں اور خود انہوں نے ایسی بادشاہت کی دعا مانگی ہو:

قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَهَبۡ لِیۡ مُلۡکًا لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ
(ص، 38:35)
اس نے دعا کی : پروردگار ! مجھے معاف فرما دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لیے سزاوار نہ ہو یقینا تو ہی عطا فرمانے والا ہے۔

پر اسکے باوجود وہ ذاتی طور پر وہ سب کچھ نہیں جانتے، یا نہیں کر سکتے، بلکہ ان چیزوں/ذرائع سے مدد لیتے جو ان کے لیے مسخر کردی گئی تھی.
اور ایک پرندہ خود کہتا ہے کہ میرے پاس وہ خبر ہے جو آپ کے پاس بھی نہیں!

مُلکِ سبا اگر یمن کے علاقہ میں تھا (جیسا کہ مشہور ہے)، اور تخت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس میں تھا. تو پھر یہ مفاصلہ لگ بھگ 2500 کلو میٹر بنتا ہے.
پھر سوال اٹھتا، حضرت سلیمان علیہ السلام (ہوائوں پر حکومت کرنے کے باوجود) اتنی دور – 2500 کلومیٹر تک، ہر حکومت و سلطنت کے بارے میں وہ نہیں جانتے تھے۔ اور ایک پرندہ کہہ رہا ہے مجھے وہ چیز معلوم ہوئی ہے جس کی خبر آپ کو نہیں.
یعنی انکی بادشاہت عظیم تھی، پر اسکے باوجود اسکی بھی ایک حد تھی۔ (جو ممکن ہے اس حوالے سے 2500 کے دائرے تک ہو) واللہ اعلم

حیوان ایسی چیز تک پہنچ سکتا ہے جہاں انسان نہ پہنچا ہو.
"احطت بمالم تُحط" (تفسیر نور)

- 🕮 سیروسیاحت، نئی معلومات کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ "احط"۔ (تفسیر نور)

- 🕮 آزادی بیان، صالح افراد کی حکومت کا خاصہ ہے۔ "احطت بما لم تحط" (تفسیر نور)

- 🕮 علم و دانائی کا تعلق، عمر، جنس یا شکل سے نہیں ہے۔ "احطت بمالم تُحط" (تفسیر نور)

عورت - عرش عظیم

23۔ اِنِّیۡ وَجَدۡتُّ امۡرَاَۃً تَمۡلِکُہُمۡ وَ اُوۡتِیَتۡ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ لَہَا عَرۡشٌ عَظِیۡمٌ﴿۲۳﴾

میں نے ایک عورت دیکھی جو ان پر حکمران ہے اور اسے ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں اور اس کا تخت بہت عظیم الشان ہے۔

(بلاغ القرآن + اسرار احمد)

- 🕮 ہدہد کے ان کلمات سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مملکت کی محدودیت کا عندیہ مل جاتا ہے۔ اول یہ کہ اگر سلیمان علیہ السلام کے بارے میں وَ اُوتِینَا مِن کُلِّ شَیءٍ ہے ہمیں ہر چیز عنایت ہو گئی تو اس خاتون کے لیے وَ اُوتِیَت مِن کُلِّ شَیءٍ اسے ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس کا تخت عظیم ہے۔ ممکن ہے اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ آپ ؑکے تخت سے اس عورت کا تخت عظیم ہے۔ (کوثر)

- **حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہونے کے ناطے کچھ چیزوں کی perfectness میں خاص دلچسپی رکھتے تھے (شاید)... جیسے کہ انہوں نے محل/قصر تعمیر کروائے، اور جِنات ان کے لیے بڑے برے حوض اور سونے سے جڑی دیگیں وغیرہ بناتے تھے، اور اس سورۃ میں ہی آئے گا کہ انہوں نے شیشے سے جڑے فرش بنائے۔ شاید اسی وجہ سے پرندے نے بھی اُسی طرف اشارہ کیا کہ اُس کا بہت بڑا عرش/تخت ہے! اور پھر آگے اُسی عرش کو انہوں نے منگوا لیا۔**

- **یہ بات غور طلب ہے کہ مُلکِ سبا کی ملکہ عورت تھی۔ اور اس سورۃ کے نام سے جو واقعہ مذکور ہے یعنی "نمل" چیونٹی، ان میں بھی ایک سوشل سسٹم ہوتا کہ جس میں پورے کالونی کی سربراہ رانی/Queen ہوتی ہے۔**

24۔ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾

میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا رکھے ہیں اور اس طرح ان کے لیے راہ خدا کو مسدود کر دیا ہے، پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔
(فی ظلل القرآن)

- **فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (نحل، 16:63)**
- **وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ٣٧ (فصلت، 41:37)**

اوراس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن اور سورج اور چاند تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا، اگر تم اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔

- "زین لھم": اعمال کا مزین ہونا، ایک بار پھر ســـے ذکر آگیا، جو آیت 4 میں آیا تھا۔

- ایک چھوٹے سے پرندے کو بھی اس بات کی پرواہ ہے کہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ســـورج کو ســـجدہ کر رہے ہیں۔ اگرچہ جس قوم کی طرف کوئی نبی نہ آیا ہو، انکا سـورج کو سـجدہ کرنے میں پھر بھی کچھ عذر شـامل ہے، کہ سـورج اللہ کی آیتوں میں سـے ایک بڑی آیت ہے، اور ســورج ہی اس دنیا میں حیات کا ســبب بھی ہے۔ کہ ســورج ســے روشـــنی ہوتی، photosynthesis ہوتا، پودے اگتے، پھلتے پھولتے، آکســیجن کی پیداوار کا ســبب بنتا ہے، موســموں میں تبدلیلی آتی ہے وغیرہ... پر نہیں، کوئی چاہے کتنا ہی "رب" کیوں نہ بن جائے، پر نہ اُس کو ســجدہ جائز ہے، نہ پرســتش جائز ہے، اور نہ ہی اس سے مانگنا جائز ہے۔

- "یسـجُدون للشـمس": سـورج کو سـجدہ، چاند کو سـجدہ، اللہ کی مخلوقات میں سـے کسـی کو بھی سـجدہ، چاہے پتھر کی شـکل میں ہو، آگ کی شـــکل میں ہو، قدرتی آیات کی شـــکل میں ہو، یا زندہ انسـان ہی کی شـکل میں ہو، سـب غلط ہے، سـب باطل ہے۔ "رب" حقیقی معنٰی میں صــرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے –جو رب العٰلمین ہے!

- وَ زَيَّنَ لَہُمُ الشَّيطٰنُ اَعمَالَہُم :شیطان نے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے ہیں۔ اگرچہ ســیاق کلام کے مطابق یہ بھی ہدہد کا کلام ہے

لیکن مضمون کلام پیغمبرانہ ہے لہٰذا یہ جملہ اللہ کا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فَہُم لَا یَہتَدُونَ اس پر قرینہ بن سکتا ہے۔(کوثر)

📖 ہدہد کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر آفتاب پرستی کرتے ہیں، ایک عاقل اور تربیت شدہ موحد بلکہ تعلیم یافتہ انسان کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ (کوثر)

✎ ہُدہُد کی یہ بات، اور اس سے پہلے نمل کی حکیمانہ بات، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف انسان اور جن کو چھوڑ کر (جن کا محسابہ ہونا ہے) باقی سب اللہ کی مخلوق صرف اللہ ہی کی موحد ہیں، اور وہ یہ بات اچھے سے جانتے بھی ہیں (شاید) واللہ اعلم۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ‌ؕ وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰـكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا (اسراء، 17:44)
ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے بلاشبہ وہ حلم والا، بخشنے والا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ‌ؕ كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِيۡحَهٗ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ ٤١ (نور، 24:41)
کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پروں کو پھیلائے ہوئے پرندے بھی۔ ہر ایک نے جان لی ہے اپنی نماز اور تسبیح اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

📖 الٰہی نعمات کا ہونا قرب یا بعد خدا کی علامت نہیں۔ (خداتعالٰی نے حضرت سلیمان کو بھی نعمات سے نوازا اور ایک کافر عورت

کو بھی نعمات عطا کیں۔ گزشتہ آیات میں حضرت سلیمان کہتے ہیں: "واُوتیت من کل شیء" یعنی مجھے ہر چیز عطا کی گئی ہے۔ آئندہ جناب بلقیس کے بارے میں ہم پڑھیں گے: "واُوتیت من کل شی" یعنی اسے ہر چیز عطا کی گئی۔) (تفسیر نور)

🕮 اطلاعات اور معلومات دینے میں اصــل خبر بیان کریں اور اس کا تجزیہ اور اس سے دوسرا کیا مفہوم لیتا ہے، وہ اس پر چھوڑدیں۔ اگر وہ اس چیز کے اہل ہوئے تو صــحیح تجزیہ و تحلیل کریں گے۔ "انی وجدت... فهم لایهتدون" (یعنی میں نے دیکھا ایک قوم کو... اور وہ ہدایت نہیں پائیں گے) ہُدہد نے جو خبر دی وہ ســچی تھی لیکھ ہدہد نے جو تجزیہ کیا وہ غلط تھا، اس لیے کہ وہ قوم بالآخر ہدایت یافتہ ہوگئی تھی۔ (تفسیر نور)

🕮 حضــرت ســلیمنؑ کی حکومت آغاز میں عالمی ســطح کی نہیں تھی۔ "امراۃ تملکھم" (تفسیر نور)

25۔ اَلَّا یَسۡجُدُوۡا لِلّٰہِ الَّذِیۡ یُخۡرِجُ الۡخَبۡءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ یَعۡلَمُ مَا تُخۡفُوۡنَ وَ مَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۲۵﴾

کہ وہ سجدہ نہیں کرتے اللہ کو جو نکالتا ہے ہر چھپی چیز کو آسمانوں اور زمین میں سے اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔

(اسرار احمد)

✎ اگر کسی شخص کو کسی ہستی کو "رب" ماننا ہی ہے۔ وہ مانتا ہے کہ کوئی سپر پاور ہے جو سب کے اوپر ہے، سب سے بالاتر و اعلٰی ہے، اور یہ کائنات یقیناً کسی نے خلق کی ہے، جو بہت منظم

طریقے سے چل رہی ہے۔ تو وہ جو خالق ہے، بس وہی اللہ ہے، وہی رب ہے، وہی صرف سجدے کے لائق ہے۔

✎ اور یہ مان لیا کہ "وہ" ہے، اور جان لیا کہ یہ قرآن اُسی کا کلام ہے، تو کامیاب وہی ہے جس نے اُس کی مانی اور قرآن پر عمل کیا۔

26۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی عرش عظیم کا رب ہے۔

(بلاغ القرآن)

27۔ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

کہا ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے۔

(احمد علی)

28۔ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَا ذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾

میرا یہ خط لے کر جاؤ پھر اِس کو ان لوگوں کی طرف ڈال دو پھر ان سے ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ وہ کیا رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔

(وحیدالدین)

✎ یعنی اس کی تفصیل قرآن میں نہیں ہے، اس لیے بندے کے اپنے دماغی اختراع پر ہے کہ تصور کرے کہ وہ خط ان تک کیسے پہنچا ہوگا۔

یعنی ایک چھوٹے سے پرندے نے چھپکے سے ملکہ کے کمرے میں (جو ممکن ہے پہلی دوسری منزل پر ہو اور سخت پہرے داری

میں ہو۔ کھڑکی/ بادبان وغیرہ سے آکر ان کے بستر پر یہ خط پھینک دیا ہو۔ اور خود تھوڑا دور ایسی جگہ جہاں کوئی شک نہ کرے، (جیسے درخت کی کسی ٹھنی پر، یا کمرے/عمارت کے کسی گوشے میں) بیٹھ کر سب نظارہ دیکھتا رہا، ملکہ کے خط پڑھنے سے لے کر دربار میں جو بات ہوئی وہ سب دیکھ و سن کر ریکارڈ کرلیا۔ یعنی لوگوں میں سے کوئی شک تک نہیں کرسکتا، کہ ایک چھوٹا سا پرندہ دور بیٹھ کر ایک جاسوس کا کام کر رہا تھا۔ اور وہ سب خبریں واپس جاکر حضرت سلیمانؑ کو بتا رہا تھا۔

✎ "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا" کے تحت یہ کام آج کے دور میں ممکن ہے ڈرونز سرانجام دیں۔ (واللہ اعلم) اور اب تو چائنہ نے مچھر جتنے ڈرون بھی بنا ڈالے، جو دکھنے میں بھی مچھر جیسے ہیں، اور بنیاد کام بھی صرف جاسوسی ہے۔

📖 یہ ہدایات ایسی ہیں جو کسی سمجھدار شخص کے لیے دی جا سکتی ہیں۔ خط ڈالنے کے بعد ہٹ جائے اور پھر اس کے رد عمل پر نظر رکھے۔ واضح رہے نظر رکھنے والا ان کے سارے رد عمل کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ردعمل عام فہم بھی ہو سکتا ہے اور پیچیدہ بھی۔ اس قسم کی سفارتی ذمہ داریاں تو آج کل اعلیٰ تعلیم یافتہ، تجربہ کار لوگوں کے لیے ممکن ہیں۔ حضرت سلیمان کے معجزے کے علاوہ اس کی اور توجیہ نہیں ملتی۔ (کوثر)

📖 انبیاء کی طرف سے کفار و مشرکین کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ بہت قدیمی ہے، پیغمبر اسلامﷺ کی سیرت میں بھی یہ چیز ملتی ہے۔ آپ نے ایران اور روم کے سربراہوں کو خطوط لکھے۔ ہدایت اور اسلامی ثقافت کی ترویج کی خاطر پیغام بھیجنا، ثقافتی طائفوں کو تبادلہ، سفیر اور مامر مقرر کرنا اور ان مسائل میں دوطرفہ تعلقات قائم رکھنا، انبیا کا شیوہ رہا ہے۔ (تفسیر نور)

✏ اب اس کو معجزہ کہیں یا ممکن ہے، اگر کسے کے لیے پرندے (یا کوئی جانور) مسخر کر دیئے جائیں او وہ ان کی زبان بھی جانتا ہو، تو ممکن ہے پھر آپ ان سے ان کی قابلیت کے مطابق کام لے سکیں۔
آج کے سائنس نے یہ ثابت کرلیا ہے کہ بعض أوقات جانور وہ کام کرجاتے جو انسان کے لیے بھی ناممکن ہوتا ہے۔
اور دوسری یہ بات بھی ہے کہ جانوروں میں بھی personalities ہوتی ہیں۔ جیسے سب انسان ایک جیسے نہیں ہوتے، کوئی بہت زیادہ ذہین تو کوئی کم ذہین، کوئی بہت زیادہ جسمانی طور طاقتور تو کوئی کمزور ہوتا ہے، ایسے ہی جانوروں میں بھی کوئی ایک ایسا پیدا ہوجاتا ہے جو دوسروں سے ہٹ کر اپنی قابلیت میں بالکل منفرد ہوتا ہے۔
موجودہ دور میں اس ٹاپک پر کئی ڈاکیومینٹریز اور فلم بھی بن چکی ہیں۔ جس میں کچھ جانوروں کی extraordinary قابلیتیں اور صلاحیتیں دکھائی گئی۔ (جیسے، Togo the dog، یا Ayumu (the Chimpanzee

ملکه سبا (بلقیس)

29۔ قَالَتۡ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّیۡۤ اُلۡقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیۡمٌ ۲۹

(ملکہ نے) کہا اے (دربار کے) سردارو! میری طرف ایک معزز خط ڈالا گیا ہے۔

(اظهر)

📖 کریم اسے کہتے ہیں جس سے خیر عظیم ملنے کی توقع ہو۔
ورنہ اس قسم کے مراسلوں کی ابتدا یوں بھی ہو سکتی تھی:
بسم اللہ الجبار القهار ۔
خدائے قہار و جبار کے نام سے۔ (کوثر)

✎ بندہ جب تبلیغ کرے تو ہمیشہ نرمی سے بات کرے جیسے سورہ طہ میں حضرت موسٰی علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے حکم تھا ..

"تو (دیکھو !) اس کے ساتھ نرم (انداز میں) بات کرنا شاید کہ اس طرح وہ سوچے یا ڈرے" (طہ، 20:44)

📖 ایک عورت کے لیے پڑھا لکھا ہونا، بہت مفید اور قابل قدر ہے۔
"اُلقی الی کتٰب کریم" (تفسیر نور)

30۔ اِنَّهٗ مِنۡ سُلَیۡمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۳۰﴾

یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور یہ اللہ رحمٰن (و) رحیم کے نام سے ہے۔

(اظهر)

فِیۡهَا بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖهَا وَمُرۡسٰهَا ؕ (هود، 11:41)
(اللہ ہی کے نام سے ہے اس کا چلنا بھی اور اسکا ٹھہرنا بھی)

- یہ قرآن کی وہ آیت ہے جس میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سورۃ کے بیچ میں آیا ہے، اور اس طرح ایک ہی سورۃ میں 2 بار آیا ہے۔ (جبکہ سورۃ توبہ (9) کی میں "بسم اللہ" نہیں آتا۔

- "بسم اللہ" قرآن کے بیچ میں آنے سے اب یہ مبارک آیت قرآن کا باقاعدہ (بغیر کسی شک و شبہ کے) حصہ بن گئی۔ کیونکہ سورتوں کے شروع میں آنے پر اختلاف پایا جاتا کہ آیا اسے سورۃ کی آیت کا حصہ مانیں، یا محض سنت کے اعتبار سے الگ سے پڑھیں۔ (اب شروع والی بسم اللہ پر چاہے امت مسلمہ کتنے ہی اختلافات کرلے، پر اس آیت مبارکہ کا یہاں، قرآن کے بیچ میں آنے سے، اس کے مضبوط و مستحکم آیت بنا دیتا ہے)

- مشہور بات یہ طے پائی کہ "بسم اللہ" سور حمد کی پہلی آیت ہے، اور باقی سورتوں میں پہلی آیت کا حصہ ہے۔

- بِسمِ اللّٰہِ :مکمل لکھنا چاہیے۔ مختصر کر کے لکھنا خلاف سنت انبیاء ہے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین بسمک اللّٰھم لکھنا چاہتے تھے جب کہ رسول اللہ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ لکھنا چاہتے تھے۔ لہٰذا بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ کی جگہ صرف بسمہ تعالیٰ لکھنا خلاف سنت ہے۔ (کوثر)

- کہتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہلی مرتبہ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ سے ابتدا کی ہے۔ یہ عربی ترکیب عبرانی زبان کی

نقل بالمعنی ہو سکتی ہے۔چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی۔ (کوثر)

31۔ اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَیَّ وَ اۡتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ﴿۳۱﴾

تم میرے مقابلے میں بڑائی مت کرو اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔

(بلاغ القرآن)

📖 یہ اس خط کا پورا مضمون ہے کہ تم میرے مقابلے میں بڑائی مت کرو اور فرمان بردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مضمون یہی ہوتا ہے کہ اپنی بالادستی چھوڑ کر امن و سلامتی میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خطوط میں یہی تحریر فرماتے تھے :اسلم تسلم۔ اسلام میں داخل ہو جاؤ، سلامتی پاؤ گے۔ (کوثر)

📖 خط کو سادہ اور مختصر لکھیں۔ القابات کو حذف کرے ہوئے اہداف کو روشن اور واضح بیان کریں۔ ملامت اور توہین کرنے سے پرہیز کریں۔ مہربانی اور مضبوط لہجے کا ایک ساتھ اظہار کریں۔ "بسم اللہ ... الا تعلوا... واتونی" (تفسیر نور)

32۔ قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِىۡ فِىۡۤ اَمۡرِىۡ‌ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰى تَشۡهَدُوۡنِ‏ ﴿۳۲﴾

اس نے کہا : اے سردارو ! میرے اس معاملے میں آپ لوگ مجھے مشورہ دیں، میں کسی معاملے میں بھی حتمی فیصلہ نہیں کرتی جب تک آپ لوگ موجود نہ ہوں۔
(اسرار احمد)

✎ یعنی "تمہارے بغیر نہیں کرتی".
کچھ مترجمین نے ایسے ہی ترجمہ کیا ہے، پر اصل الفاظ "تشھد" یعنی گواہی، یعنی حاضر/موجود ہونے کے ہیں، تو کچھ نے ایسے ہی رکھا ہے۔

🕮 مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰى تَشۡهَدُوۡنِ :تمہاری غیر موجودگی میں کسی معاملے کا فیصلہ نہیں کیا کرتی۔ اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملکہ فہم و فراست کی مالکہ تھی۔ نظام استبدادی ہونے کے باوجود طریقہ کار شورائی و جمہوری تھا۔ اس عمل کے مستحسن ہونے کی وجہ سے قرآن نے اس بات کا ذکر کیا۔ کسی غیر معمولی واقعہ کا مقابلہ کرنے کے لیے اہل رائے لوگوں سے مشورہ لینا ہر عاقل کے نزدیک ایک مستحسن عمل ہے اور یہ بات کسی مذہب و شریعت سے مربوط نہیں ہے۔
دوسروں کی عقلی قوت سے فائدہ اٹھانا عقلی قوت کی علامت ہے۔ (کوثر)

33۔ قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّۃٍ وَّ اُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ ۬ۙ وَّ الۡاَمۡرُ اِلَیۡکِ فَانۡظُرِیۡ مَاذَا تَاۡمُرِیۡنَ ﴿۳۳﴾

انہوں نے کہا: ہم طاقتور اور شدید جنگجو ہیں تاہم فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ دیکھ لیں کہ آپ کو کیا حکم کرنا چاہیے۔
(بلاغ القرآن)

✎ یہ ملک وقت کے تناظرے میں کچھ عجیب سا تھا، جہاں کا بادشاہ ایک "عورت" تھی۔ جبکہ پرانے زمانوں میں اکثر أوقات عورت کو اتنی عزت حاصل نہ تھی۔
دوسرا یہ کہ: وہ ملک کی سربراہ ہوتے ہوئے، استبدادانہ فیصلہ نہیں کر رہی تھی، بلکہ پہلے اپنے وزراء (ملَاَ/سرداروں) سے مشورہ کرنا زیادہ مناسب سمجھتے تھی۔
اور وزراء بھی، باادب تھے کہ اپنا صحیح مشورہ تو ضرور دیتے تھے، پر بلکہ اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کے بعد، اپنی ملکہ پر چھوڑتے کہ اگر آپ جنگ کرنا چاہیں تو ہم آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ ہم میں یہ صلاحیت ہے، اگرچہ آخری فیصلہ آپ ہی کا ہوگا۔

✎ شاید اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ایک ملک اگر ایماندرانہ انداز سے چلتا ہو، (اگرچہ موحد نہ بھی ہو تو) اللہ کے خصوصی نگاہ اس پر ضرور ہوتی۔ ایمانداری کی وجہ سے دنیاوی اجر تو انکو ضرور ملکر رہتا، کہ ایمانداری کا صلہ تو انکو ضرور مل کر رہتا نعمتوں کی فراوانی سے۔ اور خصوصی کرم اللہ کا یہ بھی ہوتا کہ کسی بھی وسیلے سے (چاہے وہ ایک پرندہ ہی کیوں نہ ہو) ان تک پیغام پہنچا دیتا (پھر جو ایمان لائے)۔

34۔ قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡکَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡیَۃً اَفۡسَدُوۡہَا وَ جَعَلُوۡۤا اَعِزَّۃَ اَہۡلِہَاۤ اَذِلَّۃً ۚ وَ کَذٰلِکَ یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۴﴾

اس نے کہا: بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس میں فساد برپا کردیتے ہیں اور اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور یہ لوگ بھی اسی طرح کریں گے۔

(اسرار احمد+بلاغ القرآن)

✐ **ملکہ سبا صرف نام کی ملکہ نہ تھی، بلکہ قوموں کے عروج و زوال، تاریخ اور جنگ سے پیدا ہونے والے بُرے اثرات، سب سے واقف تھی۔ اور اپنا کوئی فیصلہ سنانے سے پہلے اُن سب باتوں کے Pros & Cons کو اپنے وزراء کے سامنے پیش کر رہی، تاکہ اس کے تحت صحیح فیصلہ کیا جا سکے۔**

🕮 **سورۃ یونس کی آیت 83 میں اس صورت حال کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے : فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوۡسٰۤی اِلَّا ذُرِّیَّۃٌ مِّنۡ قَوۡمِہٖ عَلٰی خَوۡفٍ مِّنۡ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۠ئِہِمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَہُمۡ "پس نہیں ایمان لائے موسیٰ پر مگر کچھ نوجوان اس کی قوم میں سے ' فرعون اور اپنے سرداروں کے خوف کی وجہ سے کہ وہ انہیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ کردیں"۔ گویا بنی اسرائیل کے عام لوگوں پر اپنے ان سرداروں کا خوف طاری تھا جو فرعون کی وفاداری میں اپنی ہی قوم پر ظلم و ستم روا رکھتے تھے۔ (اسرار احمد)**

35- وَ اِنِّیۡ مُرۡسِلَۃٌ اِلَیۡہِمۡ بِہَدِیَّۃٍ فَنٰظِرَۃٌۢ بِمَ یَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ﴿۳۵﴾

اور میں ان کی طرف کچھ ہدیه بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں که بھیجے گئے کس چیز کے ساتھ لوٹتے ہیں۔
(اظہر)

📖 تحفہ، کبھی رشـــوت ہوتا ہے اور کبھی خاموشـــی اختیار کرنے کی اجرت ہوتا ہے۔ "بھدیة" (تفسیر نور)

📖 اگر کوئی بلاغرض تحفہ دے تو اس کے تحفہ کو اچھے انداز ســـے قبول کریں اور بہتر جواب دیں۔

وَاِذَا حُیِّیۡتُمۡ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَاۤ اَوۡ رُدُّوۡہَا۔(نساء/86)
یعنی جب کوئی تمہیں ادب سے سلام کرے تو تم بھی اچھے طریقے سے جواب دو۔
لیکن جہاں رشـــوت کا خدشـــہ ہو وہاں ایســـا مت کرو۔ "أُتمدونن" (تفسیر نور)

36- فَلَمَّا جَآءَ سُلَیۡمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰہُ خَیۡرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىکُمۡ ۚ بَلۡ اَنۡتُمۡ بِہَدِیَّتِکُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ﴿۳۶﴾

پس جب وہ سلیمان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ جو کچھ اللہ نے مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے جب کہ تمہیں اپنے ہدیے پر بڑا ناز ہے۔
(بلاغ القرآن)

✎ بات کسی دوسرے بادشاہ کی ہوتی تو بات کچھ الگ ہوتی، پر وہ نہیں جانتے تھے، ان کا پالہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پڑا ہے، جن کے کے قبضے میں جن بھی ہیں، اور وہ...

وہ بناتے تھے اس کے لیے جو وہ چاہتا تھا بڑی بڑی عمارتیں اور مجسمے اور تالابوں کی مانند بڑے بڑے لگن اور بڑی بڑی دیگیں جو ایک جگہ مستقل پڑی رہتی تھیں--- (سبا، 34:13)

اس لیے مال و دولت کی تو بات ہی نہیں تھی، وہ تو سمندروں میں غوطے لگا کر بھی خزانہ نکال لے آتے تھے۔

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۙ ٣٧ (ص، 38:37)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ان کے تخائف بڑی حقارت کے ساتھ مسترد کیے تو ملکہ سبا پر یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ مسئلہ کشور کشائی اور مال و دولت کا نہیں ہے۔ (کوثر)

... پھر سفیر سے فرمایا تم یہ ہدیہ لیکر واپس چلے جاؤ اور ملکہ سے کہو میں نے تمہیں دعوت اسلام دی تھی تم نے یہ قیمتی ہدیہ بھیج دیا یعنی یہ تو گویا رشوت کی ایک صورت ہوئی۔ (فیضان الرحمٰن)

37- اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

ان کے پاس واپس جاؤ ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا مقابلہ وہ نہ کرسکیں گے اور ہم ان کو وہاں سے بے عزت کرکے نکال دیں گے اور وہ خوار ہوں گے۔
(وحیدالدین)

واضح رہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا سے دو باتوں کا مطالبہ کیا تھا:

١. اَلَّا تَعلُوا عَلَیَّ :میرے مقابلے میں بڑائی کا مظاہرہ نہ کرو۔
٢. وَ اتُونِی مُسلِمِینَ :فرماں بردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔

حق کی دعوت قبول کرو۔ حق کا مقابلہ کرنا ترک کرو۔ ملکہ نے ان دو باتوں میں ســے کســی ایک کا مثبت یا منفی جواب دینے کی جگہ تیســرا راســتہ اختیار کیا اور ہدیہ پیش کیا۔ اس پر حضــرت سلیمان علیہ السلام نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس نے ہماری دعوت کو قابل اعتناء ســمجھنے کی جگہ مال و دولت کا لالچ دینے پر آ گئی ہے۔ لہٰذا یہ تہدید آمیز موقف اختیار کرنا پڑا۔ (کوثر)

ایک سوال – حضرت سلیمانؑ نے پوری دنیا فتح کیوں نہ کی؟

ایک سوال طالب علم کے حیثیت سے ذہن میں آتا ہے
کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم بادشاہت دی گئی تھی،
کہ کئی دیو ہیکل جن ان کے قبضے میں تھے، پرندوں سے نا صرف بات کرتے تھے، پر ان سے جاسوسی/ یا سفارتکانہ کام لیتے تھے،
اور ہوائوں تک ان کی حکمرانی تھی۔

"اور سلیمانؑ کے لیے ہوا کو (مسخر کردیا تھا) اس کا صبح کو چلنا بھی ایک ماہ (کا ســفر) تھا اور اس کا شــام کو چلنا بھی ایک ماہ (کا ســفر) تھا"۔ (سبا، 34:12)

اب ســوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر انہوں نے کس حد تک دنیا کا ســفر کیا؟ اور کتنی دنیا فتح کی؟

جیسے اس قصے میں ہُدہُد نے ان کو خبر دی کہ اس طرح اُس نے ایک ملک دیکھا ہے جو شرک کرتا ہے۔
پھر حضــرت ســلیمان علیہ الســلام نے اپنی ذمہ داری ســمجھتے ہوئے کہ اب چونکہ ان کو پتا چل گیا ہے کہ ایسا ہورہا ہے،اور ان کو

اللہ نے اتنی طاقت دی ہے کہ تو ذمہ داری بنتی ہے کہ ان کو توحید کا قائل کریں یا جنگ کریں۔
تو اسکا لاجیکل مطلب یہی بنتا ہے کہ ان کے اردگرد جہاں تک ان کو علم تھا وہاں تک دنیا توحید پرست تھی، یا ہونی چاہیے تھی؟
اگر نہیں تھی، تو انہوں نے ان سے جنگ کیوں نہ کی، اپنی جنوں، پرندوں، ہوائوں، اور انسانوں کی فوج کے ساتھ؟

✎ اب اگر اس بات کو تھوڑا محدود بھی کریں، یعنی سورہ سبا کی آیت کے مطابق ہوائوں کا سفر ایک ماہ کا چلنا تھا۔
یعنی پرانے زمانے میں لوگ جو سفر ایک ماہ میں طے کرتے تھے، وہ سفر "وہ ہوا" جو حضرت سلیمان کے تابع تھی صبح شام میں طے کرلیتے تھی۔ (یعنی ان کی حدود صرف اس حد تک تھی)
اب سوال پیدا ہوتا ہے، پرانے زمانے میں لوگ ایک ماہ میں کتنا سفر طے کرتے تھے؟
ایک roughly جواب زیادہ سے زیادہ والا یہ ہے کہ اگر سفر گھوڑے پر بھی کیا جائے تو ایک اچھا گھوڑا، اچھے موسم میں، زیادہ سے زیاہ ایک دن میں 100 کلومیٹر چل سکتا ہے۔

🕮 By horse: Horses were the primary mode of long-distance travel for those who could afford them. An average horse, depending on breed and fitness, could cover 25-40 miles (40-64 kilometers) per day at a walking pace, while trained horses used for travel could potentially reach 50-60 miles (80-96 kilometers) per day. (Gemini AI)

✎ اس حساب سے کھینچ کھینچ کر 3000 کلومیٹر۔

اب Great Kingdom of Israel سے اگر چارو طرف 3000 کلومیٹر کا دائرہ اگر کھینچے تو (یمن/ملکِ سبا کی بات تو کلیئر ہوجاتی کہ وہ اس طرف کی آخری حد ہے، جو 2500 کلومیٹیر ہے، اور اسکے علاوہ) اور اسی طرف پورا سعودیہ، اور کویت، عمان وغیرہ آجاتا۔

افریکا کی طرف آئیں، تو مصر تو انکا پڑوسی ملک تھا، اور حبشہ، چاڈ، سوڈان، نائجر، لبیا، الجیریا، تیونس وغیرہ آجاتے۔

مشرق کی جانب، پورا عراق، ایران، افغانستان، اور پاکستان کا بلوچستان کا علائقہ، تھوڑا سا اوپر عزبکستان، ترکمانستان آجاتا۔

اوپر اتر/شمال کی طرف، شام، ترکی، کازغستان، جیورجیا، اور روس کا ماسکو بھی کور ہوجاتا ہے۔

اور یورپ کی جانب تو لگ بھگ 80٪ یورپ کور ہوجاتا، یعنی فرانس کی شروعات تک۔ (یعنی east Europe تو پورا اس میں سما جاتا۔)

? اب سوال وہی ہے کہ اگر پوری دنیا پر تسلط تھا تو، اپنی طاقت سے پوری دنیا اُس وقت موحد کیوں نہ بن سکی؟

اور اگر ایک ماہ کے سفر جتنی ان کو پہنچ تھی... تو اس میں بھی یہ سب علائقہ جو اوپر بیان کیے گئے ہیں، کَوَر ہوتے ہیں...

تو کیا اُس دور میں یہ ان سبھی علائقوں میں تک ان کا پیغام پہنچا؟

اور اگر پہنچا پر وہ قوم ایمان نہ لائی تو کیا انہوں نے اس پر اپنی جنوں ہوائوں اور پرندوں کی طاقت سے ان پر حملہ کیا؟

اگر کیا تو کیا تاریخ میں کچھ ایسے ثبوت ملتے ہیں؟ اور اگر نہیں کیا تو کیا وجہ تھی؟

ایک مفروضہ تو یہ ہوسکتا کہ شاید وہ خود ہوائوں پر سفر نہیں کرتے تھے، بلکہ اس آیت میں صرف ہوا کی مسافت بتائی جا رہی جو ان کو خبریں پہنچاتی تھی۔

اور اس قصہ میں بھی ہُدہُد نے ان کو آگر خبر دی۔

یعنی اردگرد کے علائقوں میں سے ہر چیز کی خبر ان کو نہیں پہنچتی تھی۔ (یا ضروری نہیں کہ پہنچتی ہو کہ وہ ایکشن لیں۔) واللہ اعلم۔

کون عرش لائے گا؟

38۔ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَيُّكُمۡ يَاۡتِيۡنِىۡ بِعَرۡشِهَا قَبۡلَ اَنۡ يَّاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ﴿۳۸﴾

(سلیمان علیہ السلام نے) کہا اے اہلِ دربار تم میں سے کون ہے جو اُس کا تخت میرے پاس لے آئے، اس سے پہلے کو وہ فرمانبردار ہوکر میرے پاس آجائیں۔

(اظهر)

✎ یقیناً پچھلی بات کے بعد، حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہلے سے سب خبریں پہنچ جاتی تھی۔ اس لیے جب ان کے سفیر واپس گئے، اور جب ملکہ سبا (بلقیس) نے خود آکر ملنے کا ارادہ کیا اور نکل آئی۔ اور جب ان کا قافلہ قریب پہنچا ہوگا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے۔

🕮 ہدیہ رد ہونے پر ملکہ نے بات سمجھ لی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے تسلیم ہونے میں ہی سلامتی ہے۔ اس فیصلے سے آگاہ ہونے پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ اس جگہ خداداد طاقت و قوت کا مظاہرہ ہونا چاہیے اور اپنی نبوت پر ایک معجزہ پیش کرنا چاہیے تاکہ ان پر حجت پوری ہو جائے۔ *(کہ ہم نے جو دعویٰ کیا تھا اس میں ہم جھوٹے نہیں تھے)* چنانچہ اپنے درباریوں سے فرمایا ملکہ کے یہاں حاضر ہونے سے قبل اس کا تخت میرے پاس کون حاضر کر سکتا ہے؟ (کوثر)

39۔ قَالَ عِفۡرِیۡتٌ مِّنَ الۡجِنِّ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِکَ ۚ وَ اِنِّیۡ عَلَیۡہِ لَقَوِیٌّ اَمِیۡنٌ ﴿۳۹﴾

جنوں میں سے ایک دیو نے کہا، میں اس کو آپ کے پاس لے آؤں گا اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، اور میں اس پر قدرت رکھنے والا، امانت دار ہوں۔

(وحیدالدین)

🕮 عِفۡرِیۡتٌ: اصل میں سرکش جن کو کہتے ہیں۔ پھر ناقابل تسخیر طاقتور کے لیے استعمال ہونے لگا ہے۔ (کوثر)

✎ چونکہ "عفریت" ایک سرکش جن کو کہتے ہیں، یعنی طاقتور بھی ہو پر اس میں سرکشی بھی پائی جاتی ہو۔ پر اس وقت چونکہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت کام کر رہا تھا، اس لیے اُس نے "امین" کا اضافہ کیا۔ کہ امانت داری سے لاؤں گا۔

📖 بیت المقدس سے ملک سبا کا فاصلہ ڈیڑھ ہزار میل سے کم نہ تھا۔ کسی بشری طاقت کے لیے ممکن نہ تھا کہ چند گھنٹوں میں یہ کام انجام دے لہٰذا جن سے مراد کوئی بشر نہیں جیسا کہ بعض عقلیت پسند لکھتے ہیں۔

قَبلَ اَن تَقُومَ مِن مَّقَامِکَ :آپ کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے تخت پیش کروں گا۔ سلیمان علیہ السلام دربار میں چند گھنٹے ہی بیٹھ سکتے ہیں۔

وَ اِنِّی عَلَیہِ لَقَوِیٌّ :اس جن کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ یہ کام میں کر سکتا ہوں۔ اس کام کے لیے مطلوبہ قوت میرے پاس ہے۔ (کوثر)

📖 اگر انسان سے تخت و تاج لے لیا جائے تو اس کا تسلیم ہونا آسان ہوجاتا ہے۔ "یاتینی بعرشھا" (تفسیر نور)

ہٰذا من فضل ربی

40- قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰہُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَہٗ قَالَ ہٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ ۟ۖ لِیَبۡلُوَنِیۡۤ ءَاَشۡکُرُ اَمۡ اَکۡفُرُ ؕ وَ مَنۡ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیۡ غَنِیٌّ کَرِیۡمٌ ﴿۴۰﴾

(پھر) کہا اُس نے جس کے پاس کتاب میں سے علم تھا، میں آپ کے پاس لے آتا ہوں قبل کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف لوٹے (یعنی پلک جھپکنے سے پہلے)، پھر دیکھا تو اُس کو اپنے پاس پڑا ہوا پایا، کہا "ہٰذا من فضل ربی"، تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی نفس کے لیے شکر کرتا ہے، اور جو کفرانِ نعمت کرتا ہے تو یقیناً میرا رب بے نیاز (و) کریم ہے۔
(اظھر)

فَمَنۡ اَبۡصَرَ فَلِنَفۡسِہٖ ۚ وَمَنۡ عَمِیَ فَعَلَیۡہَا ؕ (انعام، 6:104)
اب جو بینائی سے کام لے گا اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا خود نقصان اٹھائے گا۔

📖 چونکہ شُــکْرٌ کے معنی نمایاں اور ظاہر کرنا ہیں اس لیے اس کے مقابلہ میں کُفْرٌ کا لفظ آیا ہے [14:7] جس کے معنی ڈھانپ کر رکھنا اور دبا دینا ہیں۔ سـورۃ بقرۃ میں ہے وَاشْـكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ [2:152]۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو ہمیشـہ بے نقاب رکھو تاکہ اس سـے نوع انسـانی فائدہ اٹھائے۔ انـہـیـں چـھـپـا کـر اور دبـا کـر نـہ رکـھـو۔ خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سب سے پہلے وہ صلاحیتیں آتی ہیں جو خود انسان کے اندر موجود ہوتی ہیں۔ ان صلاحیتوں کا پورا پورا نشـوونما پانا (اور اس طرح ابھر کر سـامنے آجانا) ان کا شُـکْرٌ ہے اور یہ چیز اعمال صالحہ سے ہوتی ہے۔ اس لیے اعمال صالحہ خدا کی نعمتوں کے شُـکْرٌ کا موجب بنتے ہیں۔ سـورۃ احقاف میں اِســی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے جب کہا گیا ہے کہ تم دعا مانگا کرو (اس کی آرزو کیا کرو) کہ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْـكُرَ نِعْمَتَكَ ... وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا [46:15]۔ اے میری نشوونما دینے والے مجھے توفیق عطا کر دے کہ میں تیری دی ہوئی نعمتوں کا "شکر" کروں۔ یعنی میں ایسے کام کروں جن سـے میری صـلاحیتوں کی نشـوونما ہو جائے۔ اسـی لیے دوسـری جگہ کہاہے کہ وَمَنْ يَّشْـكُرْ فَاِنَّمَا يَشْـكُرُ لِنَفْسِـــهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَـاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْـدٌ[31:12]۔ جو خـدا کی نعمتوں کو بے نقـاب رکھتـا ہے اس سـے خود اس کی ذات کی نشـوونما ہوتی ہے اور جو ان پر پردے ڈالتا ہے تو اس سـے خدا کا کچھ نہیں بگڑتا۔ خود اس کا اپنا ہی نقصان ہوتا ہے۔ خدا اپنی ذات میں قابل حمد و ستائش ہے۔ تمہارے سہارں کا متحاج نہیں ہے۔ (لغات القرآن)

📖 قرآن کی صــراحت موجود ہے کہ یہ قدرت جس شــخص کے پاس تھی اس کی بنیاد علم تھا اور اس علم کا ماخذ الکتاب ہے اگرچہ ہمیں اس علم اور الکتاب کی نوعیت کا علم نہیں ہے تاہم اس آیت میں علم کی طاقت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ اس شخص نے اپنے دعوئ کو جامہ عمل پہناتے ہوئے چشــم زدن میں اس عظیم تخت کو حاضر کر دیا۔ (کوثر)

📖 البتہ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ کے الفاظ میں سائنسی اور ٹیکنیکل علم کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔ ہوسکتا ہے انہیں کوئی ایسی ترکیب معلوم ہو جس کے ذریعے سے سائنسی طور پر ایسا کرنا ممکن ہوا ہو۔ بہر حال سائنسی نقطہ نظر سے ایسا ہونا کوئی ناممکن بات بھی نہیں ہے۔ آج سائنس جس انداز اور جس رفتار سے ترقی کر رہی ہے اس کے نتیجے میں ممکن ہے بہت جلد ایســی ٹیکنالوجی حاصل کرلی جائے جس کے ذریعے سے کسی مادی چیز کو atoms میں تحلیل کرنا اور پھر ان atoms کو چشــم زدن میں دوسری جگہ منتقل کر کے ان سے اس چیز کو اسی حالت میں دوبارہ ٹھوس شکل دے دینا ممکن ہوجائے۔(اسرار احمد)

✏ قرآن اکثر اوقات ان قصــص الانبیاء میں اختصــار ســے کام لیتے ہوئے، صرف بنیادی ضروری معلومات بتاتا ہے، جو علمی اور عملی اعتبار سے کام کی ہو۔ اس لیے باقی چیزیں پڑھنے والے کے عقل و تخیل پر چھوڑ دیتا ہے۔
اب تخت کو بہت جلدی منگوانے کی بات شــاید اُس وقت ہوئی، جب ملکہ سبا اپنے خاص لوگوں کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ

السلام سے ملنے آرہی تھی، اور اب جب بس پہنچنے والی تھی، اور یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچ گئی تھی۔
پر اس سے پہلے کے پہنچ جائے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ میں اپنے دعوٰی کو سچ ثابت کرنے کے لیے، اُن کے لیے کچھ surprise رکھوں۔ اور اس سے بڑا سرپرائیز کیا ہوسکتا ہے کہ اُن کا اتنا بڑا تخت، جس کا ذکر آیت 23 میں ہُدہُد نے "عرش عظیم" سے کیا ہے، وہ ان تک پہنچ جائے۔
وہ تخت یقینا کچھ اسپیشل ہوگا، کہ جس پر کسی اور کو بیٹھنا تو درکنار، پر چھونا بھی ہر کسی کی بات نہ ہو۔ اور جس کو غالباً ملکہ نے اپنی خاص سرپرستی میں بنوایا ہو، (ویسے بھی عورتوں کی یہ فطرت ہے کہ کوئی چیز ان کے قبضہ میں آجائے تو وہ اسے بہت خوبصورتی سے سنوارتی ہیں)۔

- "ہٰذا فضل من ربی": یہ قول یا حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا، یا اس شخص کا تھا جو تخت لایا۔ تسلسل کے ساتھ لگتا کہ شاید اُسی شخص کا تھا۔
پر اگر حضرت سلیمانؑ کا تھا تو اسکا مطلب انسان کے ساتھ اُس کے اچھے دوست، احباب و ازوج و اولاد اور کام کرنے والوں میں سے اچھے لوگ ساتھ ہوں تو یہ بھی اللہ کا خاص فضل ہے۔

- اس آیت میں ایک اور غلط فہمی کی بھی اصلاح/correction ہوجاتی، جو سور ص کی آیت 39 کے ضمن میں کچھ لوگوں کو پیدا ہوئی، کہ کچھ کا خیال ہے کہ اللہ نے حضرت سلیمان کو جو طاقت دی تھی وہ "بغیر حساب" دی تھی۔

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامۡنُنۡ اَوۡ اَمۡسِكۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ٣٩ (ص، 38:39)
یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کریا رکھ چھوڑ کچھ حساب نہ ہوگا۔

(اگرچہ ہم نے اس کی وضاحت وہیں پر کردی ہے۔ پر مختصراً! یہ کہ اگرچہ لفظ "بغیر حساب" آیا ہے، پر یہ لفظ اللہ کی دی گئی سب نعمتوں کے بارے میں نہیں ہیں، بلکہ یہ اس سے پہلی والی دو آیت کے متعلق ہے کہ ہم نے سارے شیاطین (جن) آپ کے کے لیے مسخر کردیے ہیں، کچھ غوطہ خور ہیں ہیں تو کچھ معمار، اور کچھ زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں۔ اب ان پر احسان کر کے آزاد کردے، یا (زنجیروں میں بندھا ہوا ہی) رکھ چھوڑے، تمہارے اوپر ہے، اس پر کوئی حساب نہیں۔)

"یہ آیت واضح طور پر کہتی ہے، یہ اللہ کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفر..."
یعنی نعمتیں ملتی ہیں، تو حساب بھی ہوتا ہے، اور اللہ آزماتا بھی ہے، کہ بندہ شکر کرتا ہے یا کفر۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالٰی کے تہتر اسمِ اعظم ہیں۔ آصف بن برخیا کے پاس ان میں سے ایک اسمِ اعظم کا علم تھا۔ چناچہ جب اس نے اسمِ اعظم پڑھا تو وہاں سے لے کر تختِ بلقیس تک کی تمام زمین دھنس گئی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے تخت اٹھایا اور سلیمان کے سامنے پیش کردیا۔ جب کہ ہمارے پاس خدا کے بہتر اسمِ اعظم ہیں او ایک اسمِ اعظم ایسا ہے جو صرف خدا کے پاس ہے، خدا کے علاوہ اسے اور کوئی نہیں جانتا۔ (نورالثقلین)

✎ اس روایت میں خاص بات یہ ہے کہ "زمین دھنسنے" کا ذکر ہے، جو کچھ ایسے لگتا جیسے wormhole کا ذکر ہو۔ کیونکہ مسافات اگر طے کی جاتی تو کچھ نہ کچھ وقت تو ضرور لگتا۔

🕮 عیون الاخبار کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہارون الرشید نے امام موسٰی کاظم علیہ السلام کو زہر دیا تو اس وقت آپ نے زندان کے داروغہ مسیّب کو بلایا اور وہ آپ کا عقیدت مند تھا۔ آپ نے فرمایا: مسیّب! میں آج رات مدینہ منورہ جارہا ہوں، جہاں جاکر اپنے فرزند کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کروں گا اور اسے خصوصی احکامات دوں گا۔

مسیب گھبرا گیا اور کہنے لگا: مولا! میری مجبوری آپ جانتے ہیں۔ یہاں حکومت کے پہریدار دن رات کھڑے رہتے ہیں اور میں آپ کے لیے زندان کا دروازہ کھولوں تو کیسے کھولوں؟

آپ نے فرمایا: مسیب! کیا ضعیف الاعتقاد ہوگئے ہو؟

آس نے کہا، نہیں مولا! میرا عقیدہ اپنے مقام پر قائم ہے البتہ میرے عقیدہ کے ثبات کے لیے خدا سے دعا فرمائیں۔

آپ نے فرمایا: خدایا! اسے اپنے عقیدہ پر قائم رکھو۔ پھر فرمایا کہ میں خدا کو اس اسمِ اعظم کا واسطہ دوں گا جس کا واسطہ آصف بن برخیا نے دیا تھا اور اس کی وجہ سے اس نے تختِ بلقیس کو حضرت سلیمان کے سامنے پیش کردیا تھا۔ اب میں بھی وہی اسمِ اعظم پڑھوں گا، خدا مجھے مدینہ پہنچا دے گا۔

مسیب بیان کرتے ہیں کہ مولا نے کچھ کلمات پڑھے۔ پھر میں نے دیکھا تو زندان میں امام موجود نہ تھے۔ میں کھڑا انتظار کرتا رہا

پھر کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ قیدی زندان میں واپس آچکا ہے اور اپنے طوق اور بیڑیاں خود ہی پہن رہا تھا۔
میں معرفتِ امام کی دولت کےنصیب ہونے پر خدا کا سجدہ شکریہ بجالایا۔ (نورالثقلین، 6 ص355، اردو)

اس روایت کا شامل کرنے کے لیے میں نے استخارہ سے کام لیا (کہ کہیں لوگ شیعانِ اہلبیت ہونے کے ناطے غلو کا الزام نہ لگائیں۔)

اور یہ روایت اس حوالے سے بھی قابل غور ہے کہ "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا، اس امت میں ہوکر رہے گا" کے تحت پوری ہوئی۔ اور امام نے زندان کے داروغہ کو بلا کر سب کچھ بتا کر اور دکھا کر یہ چیز تاریخ میں رقم کروادی۔ کہ کہیں تخت پلک جھپتکے ٹیلیپورٹ ہوا تو کہیں بندہ خود پلک جھپکتے ٹیلیپورٹ ہوکر آگیا۔

انسان کو اب تک دور سے آواز اور تصاویر چشم زدن میں حاضر کرنے کا طریقہ آ گیا ہے۔ اجسام حاضر کرنے کا طریقہ ابھی نہیں آیا۔ آیت سے معلوم ہوا اس قسم کا علم بھی موجود ہے جس سے اجسام کو دور سے چشم زدن میں حاضر کرنا ممکن ہے۔ (کوثر)

اسکو Teleportation کہتے۔ اور عین ممکن ہے آگے چل کر انسان یہ کام بھی کرلے۔

پرندوں کی زبان بھی آج کا انسان کچھ نہ کچھ جان گیا ہے، کہ یہ آواز میٹنگ کے لیے ہے، یہ زمینی خطرے سے بچنے کے لیے ہے، یہ فضائی خطرے سے بچنے کے لیے ہے، یہ بھوک کے لیے ہے، یہ اس لیے ہے وغیرہ... اور اگر کسی پرندے کی (یا سب پرندوں کی) آواز decode ہوجاتی ہے، اور کوئی ان کی اسٹڈی کر کے جان لیں تو وہ

ٹیکنیکلی پرندوں کی ساری گفتگو کو سمجھ سکتا ہے۔ اور ویسی ہی آواز اگر خود نکال سکتا ہے تو پھر جیسے پرندوں کو پیغام دے بھی سکتا ہے۔
اس معاملے میں یہ ایک تعارفی ویڈیو دیکھی جا سکتی ہے۔
https://academy.allaboutbirds.org/the-language-of-birds/

✎ بہرحال جیسے پرندوں کی زبان انسان کافی حد تک جان گیا ہے، تو ٹیلیپورٹیشن بھی اگر کسی دور میں ممکن بن جاتی ہے، تو اس میں کچھ حیرت کی بات نہیں۔ (آج کے دور میں ہی بہت کچھ ایسا ممکن ہوچکا ہے جو پہلے کبھی تصور کرنا بھی ناممکن تھا۔)
پر اصل بات یہ ہے کہ وہ سارا علم جو انسان کو وقت کے ٹائیم فریم میں ابھی سیکھنا ہے، اس میں سے کچھ اللہ تعالٰی نے اپنے پیاروں کو پہلے ہی دے دیا تھا۔ اور یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک چیز ہے۔ اس لیے باشعور بندے کو اس بات میں اتنی حیرت نہیں کرنی چاہیے کہ ایک بندہ یہاں سے غائب ہوکر دنیا کے دوسرے کونے میں کیسے جا سکتا ہے... (جب آواز، تصویر، ویڈیوز، AI، سیٹلائیٹس، ہوا میں اڑتے ڈرونز، جہازوں کے سفر... سب ناقابل تصور چیزیں ممکن ہو سکتی ہیں، تو اس سے آگے اور بھی ممکن ہونا حیرت کی بات نہیں... صرف وقت کی بات ہے۔)

📖 أصول کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے "قال الذی عندہٗ علم من الکتٰب... کی آیت تلاوت کی۔ پھر آپ نے

اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: خدا کی قسم! ہمارے پاس پوری کتابِ خدا کاعلم ہے۔ (نورالثقلین، ج6، ص 355)

📖 کفر کئی طرح ہے:
ایک خدا کا انکار ہے اور دوسرا اس کی نعمتوں کا انکار ہے۔
اسی طرح شکر کی کئی اقسام ہیں: شکر زبان سے ہوتا ہے، شکر دل سے ہوتا ہے اور شکر عمل سے ہوتا ہے۔ (تفسیر نور)

41۔ قَالَ نَكِّرُوۡا لَهَا عَرۡشَهَا نَنۡظُرۡ اَتَهۡتَدِىۡۤ اَمۡ تَكُوۡنُ مِنَ الَّذِيۡنَ لَا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۴۱﴾

(سلیمان نے)کہا کہ اس کے تخت کا روپ بدل دو، دیکھیں وہ سمجھ پاتی ہے یاوہ ان لوگوں میں سے ہوجاتی ہے جن کو سمجھ نہیں۔
(وحیدالدین)

✎ ملکہ نے اپنی عقل و علم کی شناخت تو پہلے ہی کرادی تھی، جب کہا میرے پاس ایک "کتٰب کریم" ایک کریم خط ڈالا گیا ہے (آیت 29)، پھر مشورہ لیا اور جنگ و جدال کے نقصانات سے بھی آگاہ کیا۔ اور پھر پہلی فرصت میں سرتسلیم خم کرنے کے بجائے، پہلے تحفے تحائف بھیج کر reaction جاننے کی کوشش کی...

اب ان کے دو ٹیسٹ اور ہونے تھے، جس میں سے یہ والا ٹیسٹ ان کا بڑا تھا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام خود کہتے ہیں، میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ ہدایت پانے والوں میں سے ہے یا ان میں سے ہے جو ہدایت نہیں پاتے۔

یعنی جو بندہ "عقل سلیم" اور "قلب سلیم" رکھتا ہوگا اور ضد و ہٹ دھرمی کا شکار نہ ہوگا، وہ سچی اور برحق بات کو مان ہی لے گا، کیونہ جو حق ہے وہ سامنے ہے، اگرچہ ظاہری طور پر وہ ناممکن ہی کیوں نہ لگے۔
اور جو نامانتے والوں میں سے ہوگا (ہدایت نہیں پانے والوں میں سے ہوگا)، اُس کی سامنے چاہے کتنی ہی دلیلیں کھول کھول کر بیان کرو وہ یہی کہے گا "میں نہیں مانتا" (سب جھوٹ ہے)۔

- نَنظُر اَتَہتَدِی :ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا ملکہ اپنے تخت کو پہچان لیتی ہے۔ ممکن ہے اس عمل سے حضرت سلیمان علیہ السلام ملکہ کی فراست کا اندازہ لگانا چاہتے ہوں کہ یہ خاتون کس فہم و فراست کا مالکہ ہے۔ اسی کے مطابق اس کے ساتھ برتاؤ کیا جائے:
اِنَّ الثَّوَابَ عَلَی قَدْرِ الْعَقْلِ .... (الکافی ۱: ۱۱)
ثواب عقل کے مطابق ملتا ہے۔ (کوثر)

- اولیائے خدا نعمات کو اُسی کی طرف سے گردانتے ہیں۔ "فضل ربی"
- نعماتِ الہی کو اپنا حق تصور نہ کریں۔ "فضل ربی"
- اپنے علم اور اپنی قدرت پر مغرور نہ ہوجائیں۔ "فضل ربی"
- نعمات الہی کا زبان سے ذکر کریں۔ "ھذا من فضل ربی"
- انسان مختار ہے، مجبور نہیں۔ "ومن شکر.. و من کفر"
- پروردگار عالم کو ہمارے شکر کی ضرورت نہیں ہے۔ "ومن شکر... ومن کفر فان ربی غنی کریم"۔ (تفسیر نور)

42۔ فَلَمَّا جَآءَتۡ قِیۡلَ اَہٰکَذَا عَرۡشُکِ ؕ قَالَتۡ کَاَنَّہٗ ہُوَ ۚ وَ اُوۡتِیۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِہَا وَ کُنَّا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۴۲﴾

الغرض جب ملکه آئی تو اس سے کہا گیا کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا یہ تو گویا وہی ہے اور ہمیں تو پہلے ہی سے حقیقت معلوم ہوگئی تھی، اور ہم تو مسلمان (مطیع و فرمانبردار) ہو چکے ہیں۔

(علامه جوادی)

📖 ۱۔ اَہٰکَذَا عَرۡشُکِ :جب ملکہ حاضر ہوئی تو ملکہ ہی کے تخت کی طرف اشارہ کر کے پوچھا گیا: کیا آپ کا تخت اس تخت کی طرح ہے؟ سوال کا انداز بھی ایسا ہے جس میں کوئی ایسا شائبہ نہیں ہے کہ یہ وہی تخت ہے۔ مثلاً اگریہ سوال ہوتا یہ تخت آپ کا تخت تو نہیں ؟ تو کچھ اشارہ مل جاتا۔

۲۔ قَالَت کَاَنَّہ ہُوَ :جواب میں ملکہ نے کہا: گویا یہ تو وہی ہے۔ نفی اور اثبات میں جواب دینے کی جگہ ”گویا“ کہہ کر ملکہ نے اپنی عقل و فراست کا ثبوت دیا۔ یعنی جب کہا: گویا یہ تخت وہی میرا اپنا تخت ہے تو تخت میں تبدیلی کے باوجود پہچان لیا اور ساتھ محتاطانہ جواب دیا۔

۳۔ وَ اُوتِینَا العِلمَ مِن قَبلِہَا :ملکہ نے کہا: اس تخت کے یہاں حاضر کرنے کے معجزہ کے مشاہدے سے پہلے ہمیں آپ ؑکی نبوت اور معجزانہ قوت و طاقت کا علم ہوگیا تھا۔

۴۔ وَ کُنَّا مُسلِمِینَ :ہم پہلے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے فرماں بردار ہو چکے ہیں۔ (کوثر)

- " وَ اُوتِينَـا العِلمَ مِن قَبلِهَـا" (اور ہمیں تو پہلے ہی معلوم ہوچکا تھا)۔ ملکہ بھی چُپ بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھی، وہ حضرت سـلیمان علیہ السـلام کے بارے میں اس پورے اثناء میں خبرچار لیتے رہی۔ اور پھر پہنچنے سے پہلے ہی "مسلمان" ہوچکی تھی۔

43۔ وَ صَدَّہَا مَا کَانَتۡ تَّعۡبُدُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ اِنَّہَا کَانَتۡ مِنۡ قَوۡمٍ کٰفِرِیۡنَ ﴿۴۳﴾

اس کو (ایمان لانے سے) جس چیز نے روک رکھا تھا وہ ان معبودوں کی عبادت تھی جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی، کیوں کہ وہ ایک کافر قوم سے تھی۔
(فی ظلل القرآن)

- اور اس آیت کا دوسرا ترجمہ یہ ہے:

اور سلیمان نے اسے غیر اللہ کی پرستش سے روک دیا کیونکہ پہلے وہ کافروں میں سے تھی۔
(بلاغ القرآن، جالندھری)

- یعنی انسـان قلبِ سـلیم رکھتا ہے، پر ماحول اس کو ایسـا ملتا کہ دل سـے تسـلیم نہ کرنے کے باوجود ماحول سـے مغلوب ہوجاتا۔ جب ماں باپ، بڑے بزرگ، عالم سـب ایک ہی بات بولتے، تو بندے سمجھتا جب سبھی یہی بات بول رہے تو یہی درست ہوگا۔

اس طرح کـہ کفر و شـرک میں ہم آج تـک مبتلا ہیں، اور ہمیں بہکـانے والا ہمارا معـاشـرہ ہے، جس میں کلیـدی کردار ہمـارے "علمـاء" ادا کرتے ہیں۔ (یا ذاکر، مفتی، مولوی، ملا جو بھی کہـہ لیں)، یعنی وہ "علماء" جو نا عقلِ سـلیم رکھتے ہیں، اور نہ اپنی کوئی تحقیق، دلیل و علمی جسـتجو رکھتے ہیں۔ وہ "حق" بات

بولنے کے بجائے "فرقیورایت" پر اصرار کرتے، اور اپنے سے پہلوں کی بات کو ہی بس آگے بڑھاتے۔

44- قِيۡلَ لَهَا ادۡخُلِى الصَّرۡحَ‌ۚ فَلَمَّا رَاَتۡهُ حَسِبَـتۡهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَيۡهَا‌ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ۔ قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ وَ اَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۷:۴۴﴾

ملکه سے کہا گیا: محل میں داخل ہو جائیے، جب اس نے محل کو دیکھا تو خیال کیا کہ وہاں گہرا پانی ہے اور اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں، سلیمان نے کہا: یہ شیشے سے مرصع محل ہے، ملکہ نے کہا: میرے رب! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اب میں سلیمان کے ساتھ رب العالمین اللہ پر ایمان لاتی ہوں۔

(بلاغ القرآن)

✎ حضرت سلیمان کے فرش کی تو بات ہی نرالی ہوگی، پر اس بات کو سمجھنے کے لیے، موجودہ زمانے میں اگر نئیں ٹائلز والے فرش پر ، جس پر تازہ پالش ہوئی ہوئی ہو۔ اُس کو دیکھا جائے تو وہ بھی ایسا تاثر دیتا جیسے فرش نہ ہو بلکہ فرش پر پانی گِرا ہوا ہو۔

✎ یہ ملکہ کا دوسرا ٹیسٹ تھا، اور ملکہ نے مان لیے کہ میں تو خود کو بڑا ہوشیار سمجھتے تھی، پر یہاں تو بات ہی الگ ہے۔

یعنی جب بندہ اپنی بڑائی پر اتراتا ہے اور اللہ اگر اُسے ہدایت دینا چاہتا ہے تو اللہ اُسے دنیا میں ہی دکھا دیتا ہے، کہ تم سے بھی بڑے بڑے میں نے پیدا کیا ہے۔ "فلا تزکو انفسکم"

(جیسے حضرت موسٰیؑ حضرت خضرؑ کے پاس گئے، اور صبر نہ کر سکے، اور انہوں نے بھی درس لے لیا)

اور جو ہدایت یافتہ میں سے نہیں ہوتا، وہ ہمیشہ اسی وہم بیجا میں مبتلا ہوتا کہ مجھ سے بہتر تو اور کوئی ہے نہیں۔
اور جب قیامت کےدن اُسے پتہ چلے گا کہ اُس نے ساری زندگی فرش کو پانی سمجھ کر گزار لی، تو اُسے بڑی شرمندگی ہوگی۔

- **ایک چھوٹا سا سوال یہاں بھی درپیش ہے کہ پچھلی سورہ شعراء میں قوم عاد پر یہ اعتراض سا تھا کہ وہ بڑے بڑے عمارتیں بناتے ہیں جیسے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہو۔**

- کیا تم لوگ تعمیر کرتے ہو ہر اونچی جگہ پر ایک یادگار عبث کام کرتے ہو (شعراء، 26:128)
- اور بڑے بڑے قصر. تعمیر کرتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ (شعراء، 26:129)

- **اور کچھ ملتا جلتا کام قوم ثمود بھی کرتی تھی:**
- اور تم پہاڑوں کو تراش کر اپنے گھر بناتے ہو اتراتے ہوئے۔ (شعراء، 26:149)

? **پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصر و محل اور شیشے سے جڑے فرش اوپر والی منطق سے کیسے ماورا ہیں؟**
اگرچہ مسلمان ہونے کے ناطے ہم انہیں کے طرفدار ہیں، اور اللہ کے وہ برگزیدہ بندے تھے۔
پر برگزیدہ ہونے کے ناطے اللہ نے آج تک ان کی کسی عمارت کو باقی نہیں چھوڑا (سواء ایک دیوار کے)۔

📖 ایمان، خالق ہستی کے سامنے تسلیم ہونا ہے۔ خلق کے سامنے نہیں۔ چاہے وہ سلیمان ہی کیوں نہ ہو۔ "اسلمت للہ" (تفسیر نور)

حضرت صالحؑ – قومِ ثمود

45۔ وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاہُمۡ صٰلِحًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ فَاِذَا ہُمۡ فَرِیۡقٰنِ یَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، کہ اللہ کی عبادت کرو، پھر وہ دو فریق بن کر آپس میں جھگڑنے لگے۔
(وحیدالدین)

📖 سورۃ الاعراف آیات ۷۵۔ ۷۶ میں ان دونوں فریقوں کا ذکر آیا ہے جس میں ایمان لانے والوں کو مستضعفین ، کمزور کہا ہے اور منکرین کو مستکبرین کہا ہے۔ دعوت انبیاء علیہم السلام معاشرے کا کمزور طبقہ قبول کرتا آیا ہے۔ (کوثر)

اس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے، کمزور طبقہ کے ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے تھے' کہا " کیا واقعی یہ جانتے ہو کہ صالح (علیہ السلام) اپنے رب کا پیغمبر ہے ؟ " انہوں نے جواب دیا " بیشک جس پیغام کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے اسے ہم مانتے ہیں ۔

46۔ قَالَ يٰقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ‌ۚ لَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴿۴۶﴾

اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو، تم بھلائی سے پہلے برائی کے لیے کیوں جلدی کر رہے ہو تم اللہ سے معافی کیوں نہیں چاہتے کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(اظھر)

- **بندہ استغفار کرے تو یقیناً اللہ کا رحم اس پر شامل حال ہوتا ہے۔ اس لیے استغفار ایک بہت بڑی عبادت ہے، اور جو کثرت سے استغفار کرتا رہے، بعید ہے کہ اللہ رحمٰن و رحیم اسے معاف نہ کرے۔**

- **"مانگو، تو تمہیں دیا جائے گا؛ تلاش کرو، تو پاؤ گے؛ دروازہ کھٹکھٹاؤ، تو تمہارے لیے کھولا جائے گا۔" (بائیبل، انجیل متی، 7)**

- **قوم صالح نے جب اونٹنی کو مار ڈالا تو وہ کہنے لگے:**
يٰصٰلِحُ ائۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ (۷ اعراف: ۷۷)
اے صالح! اگر تم واقعی پیغمبر ہو تو ہمارے لیے وہ (عذاب) لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔
اس کے جواب میں حضرت صالح علیہ السلام فرماتے تھے: تم نیکی سے پہلے برائی کے لیے کیوں عجلت کرتے ہو۔ برائی سے مراد یہاں عذاب ہے اور حسنۃ سے مراد رحمت و مغفرت ہے۔ تم نے جس جرم کا ارتکاب کیا ہے اس کے لیے استغفار کرنی چاہیے تھی کہ اللہ کی رحمت تمہارے شامل حال ہو جائے۔ اس کی جگہ تم عذاب طلب کرتے ہو۔ (کوثر)

47۔ قَالُوا اطَّيَّرۡنَا بِکَ وَ بِمَنۡ مَّعَکَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ﴿۴۷﴾

انہوں نے کہا کہ ہم منحوس سمجھتے ہیں تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو اس نے کہا کہ تمہاری نحوست کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو آزمائے جا رہے ہو۔

(اسرار احمد)

- "لیکن جب ان پر خوش حالی آتی تو کہتے کہ یہ ہمارے لیے ہے اور اگر ان پر کوئی آفت آتی تو اس کو موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست بتاتے سنو، ان کی بدبختی تو اللہ کے پاس ہے مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔" (اعراف، 7:131)
- لوگوں نے کہا کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں ، اگر تم لوگ باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کریں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔ (قَالُوۡا طٰٓئِرُکُمۡ مَّعَکُمۡ اَئِنۡ) انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ (یٰس، 36:19)

بَل اَنتُم قَومٌ تُفتَنُونَ :یہ بدشگونی نہیں ہے بلکہ جن باتوں کو تم بدشگونی سمجھ رہے ہو وہ تمہارے لیے آزمائش ہیں جن سے مؤمن و کافر، نیک اور بد میں امتیاز آجاتا ہے۔ (کوثر)

48۔ وَ کَانَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ تِسۡعَۃُ رَہۡطٍ یُّفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا یُصۡلِحُوۡنَ﴿۴۸﴾

اس شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔

(جوناگڑھی)

رہط: کا مطلب یا سردار/لیڈر ہے، یا شخص/فرد ہے، یا قوم قبیلہ ہے۔ مختلف مترجمین نے مختلف ترجمہ کیا:

"اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے" (جالندھری)

⇦ اور (اس) شـــہر میں نو گروہ تھے جو زمین میں فســـاد برپا کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ (حسین نجفی)

📖 اَلرَّهْطُ۔ کســی آدمی کی قوم۔ قبیلہ۔ بعض نے کہا ہے کہ رَهْطٌ اس جماعت کو کہتے ہیں جس میں تین ســـے دس تک یا ســات ســـے دس تک کی تعداد ہو۔ دوسروں نے کہا ہے اس سے کم پر بھی بولا جـاتـا ہے اور زیـادہ پر بھی، لیکن اس میں مرد ہی ہوں، عورتیں شــامل نہ ہوں*(تاج وراغب)۔ ابن فارس نے اس کی بنیادی معنی انســانوں وغیرہ کی اجتماع کی لکھے ہیں۔ســورۃ ھود میں رَهْطُكَ [11:91]۔ برادری یا قبیلہ کے لئے آیا ہے۔ (لغات القرآن)

49۔ قَالُوۡا تَقَاسَمُوۡا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهۡلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوۡلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدۡنَا مَهۡلِكَ اَهۡلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ﴿۴۹﴾

انہوں نے کہا کہ تم سب آپس میں اللہ کی قسم کھا کر عہد کرو کہ ہم لازماً رات کو حملہ کریں گے اس پر اور اس کے گھر والوں پر پھر ہم اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس کے گھر والوں کے قتل کے وقت موجود ہی نہیں تھے اور ہم بالکل سچے ہیں۔
(اسرار احمد)

✎ یہ بات عجیب ہے کہ لفظ "اللہ" آیا ہے اپنے Proper Noun میں۔ یعنی جیسے، وہ جس اللہ کی قسم کھا رہے، وہی اللہ ہے جس کے ماننے پر نبی کی دعوت پر انکار بھی کر رہے۔ !؟ (واللہ اعلم)، یا شاید یہ بس اندازِ بیاں ہے؟

📖 قبائلی روایات و قوانین کے تحت پورا قبیلہ بحیثیت مجموعی اپنے تمام افراد کے جان و مال کے تحفظ کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اپنے کسی فرد کو کوئی گزند پہنچنے کی صورت میں پورا قبیلہ یک جان ہو کر اس کے بدلے کا اہتمام کرتا ہے۔ سورۃ ہود علیہ السلام میں ہم پڑھ آئے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ بھی آپ علیہ السلام کے خلاف ایسا ہی اقدام کرنا چاہتے تھے لیکن آپ علیہ السلام کے قبیلے کے ڈر کی وجہ سے وہ ایسا نہ کرسکے۔ اپنی اس مجبوری کا اقرار انہوں نے ان الفاظ میں کیا تھا : وَلَوْلاَ رَہْطُکَ لَرَجَمْنٰکَ آیت 91 ”اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کردیتے۔ “خود محمد رسول اللہ ﷺ کے خلاف بھی مکہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ سب مشرکین آپ ﷺ کے قتل کے درپے ہوگئے ، مگر اپنی اس خواہش کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ڈرتے تھے کہ ان کا یہ اقدام ان کے قبائل کے درمیان کہیں خانہ جنگی کا باعث نہ بن جائے۔ چناچہ انہوں نے بھی بعینہٖ وہی منصوبہ بنایا جو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے بنایا تھا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان اس عمل میں شریک ہو اور سب مل کر آپ ﷺ پر حملہ کریں۔ اس طرح نہ تو یہ پتا چل سکے گا کہ اصل قاتل کون ہے اور نہ ہی بنو ہاشم سب قبائل سے بدلہ لینے کی جرأت کرسکیں گے۔ (اسرار احمد)

✏ اس آیت میں لفظ "ولی/وارث" خصوصی طور پر ذکر ہوتا ہے۔ یعنی انبیاء "وارث" رکھتے ہیں۔

50۔ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴿۵۰﴾
اور انہوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک تدبیر کی اور انہیں پتا بھی نہ چلا۔
(اسرار احمد)

- یعنی (اس روایت کی روشنی میں "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا، اس امت میں ہوکر رہے گا") ایک بار پھر تاریخ اپنے آپ کو دُھراتی ہے۔ جب شب ہجرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف چال چلی گئی تھی، کہ ہر قبیلے سے ایک فرد شامل ہوا حملہ کرنے کے لیے، اس طرح "ان کے وارث" کسی ایک قبیلے سے بدلہ نہیں لے پائیں گے، اور سب سے لڑنا ناممکن ہوگا۔

- کوئی سوال کرسکتا ہے، قومِ ثمود نے "چال" چلی، "وار" کیا، اور "قتل" کردیا۔ پر نبی اکرمﷺ کے لیے جب یہی چال چلی گئی، پر وار نہیں کر پائے اور نہ ہی قتل کیا؟
جواب: "چال" والی بات تو ہوگئی، پر "وار" اور "قتل" والی بات معطل ہوگئی، مولا علی کے قتل تک۔

- جیسا کہ آیات بتاتی ہیں، کہ قومِ ثمود میں سب لوگ تباہ نہیں ہوئے تھے، بلکہ ایک طبقہ ایمان لایا تھا۔ اور انہیں لوگوں میں سے ... یعنی انھیں کی نسل میں سے ایک شخص وہ پیدا ہوا جس نے امام علی علیہ السلام پر وار کیا۔

- اس حوالہ سے کچھ ذکر ہم سورہ شمس میں کر آئے:

📖 " یا علی ! اشقی الاولین عاقر الناقة، اشقی الأخرین قاتلک، و فی روایة من یخضب هٰذہ من هٰذا:

" اے علی ! پہلے لوگوں میں سے بد بخت ترین شخص وہ تھا جس نے ناقہ صالح کو قتل کیا ، اور پچھلے لوگوں میں سے بد بخت ترین آدمی تیرا قاتل ہے جو اسے رنگین کرے گا، (جو اس طرف اشارہ ہے کہ تیری داڑھی کو تیرے سر کے خون سے خضاب کرے گا)۔ (نمونہ)

51۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾

اب دیکھ لو کہ ان کی چال کا انجام کیا ہوا، ہم نے تباہ کر کے رکھ دیا ان کو اور ان کی پوری قوم کو۔

(فی ظلل القرآن)

- فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۷۸ (اعراف، 7:78)
- رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۴۴ (ذاریات، 51:44)
- وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ (ہود، 11:67)

📖 البتہ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ ہم یہ بات قبول کرلیں کہ تینوں عذاب ایک ہی وقت میں نازل ہوئے ہوں۔ (تفسیر نور)

52۔ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾

سو یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے ظلم کے سبب ویران پڑے ہوئے ہیں، یقیناً اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔

(اظھر)

- وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۱۴۹ (شعراء، 26:149)

تم پہاڑ کھود کھود کر فخریہ ان میں عمارتیں بناتے ہو۔

53۔ وَ اَنۡجَیۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۳﴾

اور ہم نے ایمان والوں کو نجات دی اور وہی تقویٰ والے تھے۔
(بلاغ القرآن)

📖 اور اہل ایمان کو ہم نے نجات دی۔ ان کو نجات دینے کے پیچھے جو سبب کارفرما تھا وہ تقویٰ تھا۔ جیسا کہ منکرین کو تباہ کرنے کے پیچھے جو سبب تھا وہ ان کا ظلم تھا۔ تقویٰ یعنی بچاؤ۔ وہ اپنے آپ کو آنے والے خطرات سے بچاتے تھے۔
ظلم اور تقویٰ کے اپنے اپنے اثرات ہیں۔ (کوثر)

حضرت لوطؑ

54۔ وَ لُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِہٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَۃَ وَ اَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۵۴﴾

اور لوط (کا وہ وقت یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم بدکاری کا ارتکاب کرتے ہو؟ حالانکہ تم دیکھ رہے ہوتے ہو۔
(بلاغ القرآن)

📖 قوم لوط اعلانیہ ہم جنس بازی کا ارتکاب کرتی تھی۔ اس کے لیے وہ محفلیں جماتی اور سب کے سامنے اس شرم ناک فعل کو انجام دیتی تھی۔ اس لیے حضرت لوط علیہ السلام نے ان دونوں ناشائستہ حرکتوں کی طرف اشارہ فرمایا: ایک یہ کہ تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو اور دوسرا وَ اَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ اس عمل بد کو سب کی نگاہوں کے سامنے انجام دیتے ہو۔ (کوثر)

📖 الٰہی قہر، تر اور خشک اکٹھا نہیں جلاتا، اس لیے متقی افراد کو استثنٰی قرار دیتا ہے اور انہیں نجات دیتا ہے۔ "وانجینا الذین آمنو وکانو یتقون۔" (تفسیر نور)

55- اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ‌ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ‏ ﴿۵۵﴾

کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت پرستی کے لیے مردوں کا رخ کرتے ہو؟ بلکہ تم تو جاہل قوم ہو۔
(بلاغ القرآن)

📖 **عورتوں کو چھوڑ کر شہوت پرستی کے لیے مردوں کا رخ کرنا وہ فحش ہے جس کا ذکر پچھلی آیت میں آیا۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ مل گیا کہ اپنی جنسی شہوت کو جائز طریقے سے پورا کرنے کے لیے جائز طریقے سے عورتوں کا رخ کرنا فحش نہیں ہے۔ (کوثر)**

📖 **قرآن کریم کی دوسری آیات میں ہے کہ بیوی، سکون کے حصول، نسل کی تربیت اور زندگی کے معاملات میں تعاون کرتی ہے، لیکن یہاں صرف شہوت کا مسئلہ بیان ہوا ہے، اس لیے قوم لوط کا شہوت کے علاوہ کوئی مقصد نہیں تھا۔ "شھوۃ من دون النساء" (تفسیر نور)**

56- فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَخۡرِجُوۡۤا اٰلَ لُوۡطٍ مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ‌ۚ اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوۡنَ‏ ﴿۵۶﴾

تو اس کی قوم کا کوئی جواب نہیں تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا : نکال باہر کرو لوط کے گھر والوں کو اپنے شہر سے، یہ لوگ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔
(اسرار احمد)

57۔ فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَ اَہۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرۡنٰہَا مِنَ الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۵۷﴾

پھر ہم نے اس کو اور اس کے لوگوں کو نجات دی سوا اس کی بیوی کے جس کا پیچھے رہ جانا ہم نے طے کردیا تھا۔
(وحیدالدین)

- "غابرین" کا معنی پیچھے رہ جانے والے اور ہلاک شدگان ہے۔ یہ کلمہ قرآن مجید میں سات مرتبہ آیا ہے اور ساتوں موارد حضرت لوط کی بیوی سے متعلق ہیں۔ (تفسیر نور)

- رشتہ داری اور نسبت ہونا، نجات کا سبب نہیں بلکہ صلاحیت اور اہلیت لازمی ہے۔ "الا امراتہ" (تفسیر نور)

- ہر ایک کی شخصیت کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کریں۔ بیوی کی گمراہی شوہر کی پاکیزگی کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ "فانجینہ... الا امراتہ" (کسی نبی کی بیوی بھی جہنمی ہوسکتی ہے۔) (تفسیر نور)

58۔ وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِیۡنَ ﴿۵۸٪﴾

اور ہم نے ان پر ایک بارش برسائی سو کیسی بری بارش تھی ان لوگوں کیلئے جن کو ڈرایا جا چکا تھا۔
(محسن نجفی+حسین نجفی)

- اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ حَاصِبًا۔۔ اور ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا اس پر بھیج دی۔ (قمر، 54:34)
- سورہ ہود، 77-83

- یہاں پر اس سورت کا انباء الرسل کا حصہ بھی اختتام پذیر ہوا۔ اب اس کے بعد کچھ حصہ التذکیر بآلاء اللہ پر مشتمل ہے اور یہ اس سورت کا بالکل منفرد انداز ہے۔ (اسرار احمد)

59۔ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيۡرٌ اَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۵۹﴾

آپ کہئے ساری حمد اللہ کے لئے ہے اور سلام ہے اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے منتخب کرلیا ہے آیا اللہ زیادہ بہتر ہے یا جنہیں یہ شریک بنارہے ہیں۔

(علامہ جوادی *)

اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَۙ ۳۳ (3:33)
بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کواور آل عمران کو سارے عالم کے اوپر منتخب کیا ہے

قَالَ يٰمُوۡسٰۤى اِنِّىۡ اصۡطَفَيۡتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىۡ وَ بِكَلَامِىۡ ۖ (7:144)
اللہ نے فرمایا، اے موسیٰ، میں نے تم کو لوگوں پر اپنی پیغمبری اور اپنے کلام کے ذریعہ سے سرفراز کیا

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ (فاطر، 35:32)
پھر ہم نے کتاب کا وارث بنایا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیاپس ان میں سے کچھ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں سے کچھ بیچ کی چال پر ہیں اور ان میں سے کچھ اللہ کی توفیق سے بھلائیوں میں سبقت کرنے والے ہیں

عام خطبوں میں خدا کی حمد اور رسولِ خدا اور ان کی آل پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے جیسے – الحمد اللہ العلی الاعلٰی والصلوٰۃ علی عبدہ المصـــطفی والہ النجباء – مگر یہاں االلہ کی حمد و ثناء کے بعد وسلام علی عبادہ کہہ کر گویا حضرت رسولِ خدا کے ســاتھ ان کی آل اطہار کو بھی شــامل کرلیا گیا ہے۔ (فیضــان الرحمٰن)

بھلا کون ہے؟

60۔ اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ اَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنۡۢبَتۡنَا بِہٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَہۡجَۃٍ ۚ مَا کَانَ لَکُمۡ اَنۡ تُنۡۢبِتُوۡا شَجَرَہَا ؕ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ بَلۡ ہُمۡ قَوۡمٌ یَّعۡدِلُوۡنَ ﴿ؕ۶۰﴾

بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا؟ پھر ہم نے اس (پانی) سے خوش منظر (بارونق) باغات اگائے، ان درختوں کا اگانا تمہارے بس میں نہیں تھا، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے؟ بلکہ یہ (راہِ حق سے) انحراف کرنے والے لوگ ہیں۔
(حسین نجفی *)

📖 صــاحب قاموس قرآن نے خوب کہا ہے: تربوز کا بیج جس کا کوئی وزن نہیں اس ســے کئی کلو وزنی تربوز کون نکالتا ہے؟ لہٰذا خلق و تدبیر قابل تفریق نہیں ہے۔ مشــرکین اللہ کو خالق تســلیم کرتے ہیں تو انہیں اللہ ہی کو مدبر تسلیم کرنا پڑے گا۔
ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ :کیا کوئی معبود ایسا ہے جو اللہ کے ساتھ تخلیق و تـدبیر کـا یـہ عمـل انجـام دے ســکے؟ جواب نفی میں ہے۔ جب تخلیقی عمل صـــرف اللہ کے ہاتھ میں ہے تو تدبیر کا عمل بھی صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا صرف اللہ ہی معبود ہے۔ (کوثر)

61۔ اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَہَاۤ اَنۡہٰرًا وَّ جَعَلَ لَہَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیۡنَ الۡبَحۡرَیۡنِ حَاجِزًا ؕ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿ؕ۶۱﴾

بھلا وہ کون ہے جس نے زمین کو قرارگاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں (ندیاں) جاری کیں اور اس کیلئے بھاری پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان پردہ ڈال دیا؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ لا علم ہیں۔
(حسین نجفی *)

✎ یقیناً اللہ کی قدرت میں لاتعداد حکمتیں پوشــیدہ ہیں۔ جو علم والے جانتے ہیں کہ زمین، پہاڑ، ندیاں، میٹھا و خارہ پانی ســب اللہ کی حکمتوں میں سے ہیں۔
پر اصــل چیز یہ ہے کہ کســی اور نے اگر یہ ســب خلق کی ہیں تو سامنے آئے اور اپنے دعوٰی کو سچ ثابت کر دکھائے۔
اگر نہیں تو پھر بندے کو سـمجھنا چاہیے، جو اصـل خالق ہے اُسـے پســند نہیں کہ تم کســی اور کو پوجو، کســی اور پر معتکف ہوکر بیٹھو، کسی اور سے لو لگائو، کسی اور کو یہ کریڈٹ دو۔ جو اصل خالق ہے، بس پھر اللہ بھی وہی ہے، معبود بھی وہی ہے، رب بھی وہی ہے۔

🕮 مشــرکین مکہ اللہ کو معبود بھی مـانتے تھے اور اس کو اس کائنات کا خالق بھی تسـلیم کرتے تھے۔ البتہ کچھ شـخصـیات جن کے بت انہوں نے بنا رکھے تھے کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ اللہ کے لاڈلے' چہیتے اور مقربین ہیں اور وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے : هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ ط یونس : 18۔ بس ان کا شرک اس سے زائد کچھ نہیں تھا۔ (اسرار احمد)

🕮 حاجزا: دو چیزوں کے درمیان آڑ ہونا، یا آڑ کھڑی کرنا۔ سرزمینِ حجاز کو حجاز اســی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ســمندری علائقہ/ پٹی اور اُدھر میدانی علائقہ نجد، اس کے درمیان کا علائقہ نیم پہاڑی کا، اُس کو بھی حجاز اس لیے کہتے ہیں، گویا وہ پارٹیشن کرتا ہے۔
Diaphragm کو عربی میں حجابِ حاجز ہی کہتے ہیں۔
(حافظ احمد یار، آڈیو 130، @0:18)

62۔ اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿ؕ۶۲﴾

کون ہے جو بےقرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔
(فی ظلل القرآن *)

✎ چلو باقی باتیں سب چھوڑو، یہ بتائو جب تم واقعی کسی بڑی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہو، اور دل سے جب آہ نکلتی ہے، تو کون ہے جو واقعی تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ تمہاری دعا کو سنتا ہے اور جواب دیتا ہے؟ بس جان لو وہی "اللہ" ہے۔
جب تم کشتی میں سوار ہو، اور کشتی بیچ سمندر میں ڈوب رہی ہو، اور تمہیں بچنے کی کوئی امید نظر نہ آئے، پر اسکے باوجود تمہیں امید ہو کہ کوئی ہے جو تمہیں اس مصیبت سے بھی بچا سکتا ہے، تو جان لو بس وہی تو "اللہ" ہے۔

ایک مغالطہ کا ازالہ

🕮 میدانِ شرک کے شاہ سوار بعض مقررین اس مقام پر یہ کہہ کر عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ ہم آئمہ اہلبیت علیہم السلام کو الہ یا الہ جیسا تھوڑا ہی سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہم تو ان کو خدا کا خاص بندہ سمجھ کر ان سے مدد مانگتے ہیں۔
اس ابلہ فریبی کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ خدا نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ ان أمور میں میرے سوا میرے خاص بندوں سے مدد مانگو

اور دوسـرا جواب یہ ہے کہ جب ان حضـرات میں خدا کی صـفات خاصـہ تسـلیم کرلیں اور ان سـے خدائی کاموں کا تقاضـا کیا، أولاد ان سـے مانگی، دکھ درد کے دور کرنے کی اسـتدعا ان سـے کی، مرض زائل کرنے کا سـوال ان سـے کیا۔ مقدمات میں کامیابی حاصـل کرنے کی دعا ان سـے کی اور رزق ان سـے مانگا تو باقی رہ کیا گیا؟

جبکہ ان أمور کی انجام دہی خدا سـے مختص ہے تو پھر ایسـا کرنا اگر شرک صریح نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ سبحان اللہ عما یشرکون! (فیضان الرحمٰن، ج7، ص148)

وَ یَجعَلُکُم خُلَفَآءَ الاَرضِ

📖 وَ یَجعَلُکُم خُلَفَآءَ الاَرضِ :اس آیت کی ایک تفسـیر یہ ہے کہ اللہ نے آنے والی نسـلوں کو گزشـتہ نسـلوں کا جانشـین بنایا۔ دوسـری تفسـیر یہ ہے کہ تمہیں اللہ نے زمین پر اپنا جانشـین بنایا ہے کہ اس نے ہر چیز تمہـارے اختیـار میں رکھی ہے۔ اس طرح اس نے مجموعی طور پر انسان کو زمین میں خلافت عطا کی ہے۔ (کوثر)

5 Mass Extinctions

✎ سـائنسـی نقطہ نظر سـے، دنیا پر بڑے پانچھ Mass Extinctions ہوچکے ہیں، اور ہر بـار کوئی ایـک نسـل ایسـی رہی جو اُس Extinction سے پہلے دنیا پر سـب سـے زیادہ طاقتور، قابض اور حکمران تھی۔ (یعنی کہیں تو خلیفہ تھی)۔ اور جب ایکسـٹنکشـن

سے تباہ ہوگئی تو کسی دوسری نسل کو پنپنے اور آگے بڑھنے کا
موقع ملا۔ اور پھر وہ خلیفہ بنی۔

-1 **The Ordovician Mass Extinction**

- **When:** The Ordovician Period of the Paleozoic Era (about 440 million years ago)
- **Size of the Extinction:** Up to 85% of all living species eliminated
- **Suspected Cause or Causes:** Continental drift and subsequent climate change
- About 450–440 million years ago, 60% to 70% of all species were vanquished. This included 85% of **marine species** that died.
- **Vanished: Brachiopods, trilobites, graptolites, and moss animals**

2. **The Devonian Mass Extinction**

- **When:** The Devonian Period of the Paleozoic Era (about 375 million years ago)
- **Size of the Extinction:** Nearly 80% of all living species eliminated
- **Suspected Cause or Causes:** Lack of oxygen in the oceans, quick cooling of air temperatures, volcanic eruptions and/or meteor strikes
- **At least 70% of all species went extinct**
-

3. **The Permian Mass Extinction**

- **When:** The Permian Period of the Paleozoic Era (about 250 million years ago)
- **Size of the Extinction:** An estimated 96% of all living species eliminated
- **Suspected Cause or Causes:** Unknown—possibly asteroid strikes, volcanic activity, climate change, and microbes
- There was enormous evolutionary significance in **ending the reign of mammal-like reptiles.**

4. **The Triassic-Jurassic Mass Extinction**

When: The end of the Triassic Period of the Mesozoic Era (about 200 million years ago)
Size of the Extinction: More than half of all living species eliminated

Suspected Cause or Causes: Major volcanic activity with basalt flooding, global climate change, and changing pH and sea levels of the oceans
- **most amphibians (marine reptiles) were eliminated**

5. **The K-T Mass Extinction**

- **When:** The end of the Cretaceous Period of the Mesozoic Era (about 65 million years ago)
- **Size of the Extinction:** Nearly 75% of all living species eliminated
- **Suspected Cause or Causes:** Extreme asteroid or meteor impact
- **All non-avian dinosaurs became extinct.** But avian dinosaurs survived because it was birds that descended from theropod dinosaurs. Eventually, mammals emerged as dominant large land animals. (TheThoughCo)

✎ **پہلے ماس ایکسٹنکشن - جو 444 ملین سال پہلے ہوا – جس میں پانی کے جاندار متاثر ہوئے، جیسے Arthropods/trilobites (یعنی جیسے کہ invertebrates کو دنیا کی خلافت کا سب سے پہلے موقع ملا حکومت کرنے کا۔)**

⇦ **دوسرے ماس ایکشٹنکشن میں،جو 360 ملین سال پہلے ہوا، اس میں مچھلی نے حکومت کی، یہ اُس وقت سائز میں کافی بہت بڑی ہوتی تھی... اُس وقت منھ کے جبڑے نہیں ہوا کرتے تھے۔**

⇦ **اس کے بعد حکومت/خلافت کیڑوں/Insects نے سنبھالی۔ تیسرے ماس ایکسٹنکشن، 250 ملین سالے پہلے، جو اب تک کا سب سے زیادہ خطرناک ایکسٹنکشن کہا جاتا، جس مین 96٪ حیاتی ختم ہوگئی۔**

اُس دور میں کیڑے مکوڑوں کی سائیز 70 سینٹی میٹر تک جاتی تھی... جیسے ڈریگن فلاء یا سینٹی پیڈ 3 فٹ کا ہو۔

⇦ کیڑوں کی حکومت ختم ہوئی تو ایمفیبین/Amphibian میدان میں آئے، جو چوتھے ماس ایکسٹنکشن، 200 ملین سال پہلے، ان کی خلافت ختم ہوئی۔

⇦ اس کے بعد reptiles نے باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی... یعنی ڈائناسارز۔ اور انہیں نے کافی لمبی حکومت کی، (200 سے 65 ملین سال پہلے تک) یعنی 150 ملین سال (15 کروڑ سال)... اور بالآخر ایک تباہی سے ان کا خاتمہ بھی ہوگیا۔ (EarthHow)

✎ یہ سب ایک rough estimate ہے، بات کو سمجھنے کے خاطر۔ محققین خود اس پر تحقیق کر کے حقیقت کا پتہ لگا سکتے۔ البتہ اس بات میں شک نہیں کہ ہر بار، ہر ایکسٹنکشن کے بعد، ایک حاکم نسل ختم ہوئی تو ایک دوسری مخلوق کو پنپنے اور آگے بڑھنے اور حکومت کرنے کا موقع ملا۔
پرانی مخلوق کا عروج ختم ہوا، اور نئیں نسل آگے آگئی۔

جیسا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

⇦ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاۡتِ بِاٰخَرِيۡنَ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيۡرًا ١٣٣ (نساء، 4:133)
اگر وہ چاہے تو اے لوگو! تم سب کو لے جائے اور دوسروں کو لے آئے، اللہ تعالٰی اس پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

⇦ اِن يَّشَا يُذهِبكُم وَيَستَخلِف مِن بَعدِكُم مَّا يَشَآءُ (انعام، 6:133)

اگر وہ چاہے تو تم سب کو اٹھالے اور تمھارے بعد جس کو چاہے تمھاری جگہ لے آئے۔

⇦ Reptiles/Dinosaurs کے خاتمے کے بعد Mammals کو پنپنے کا موقع ملا... اور ان میملز میں ایک species یعنی انسان ایسی نکل کر آئی کہ اُس نے دنیا کا نقشہ بدل ڈالا۔ اور یہی واحد مخلوق ہے جو قدرتی آفت سے ختم ہونے کے بجائے خود اپنی اور دوسروں کی تباہی کا سروسامان کر رہی۔ سائنس اعتراف کرتی ہے کہ:

📖 "ہم خود اگلے ماس ایکسٹنکشن (Next Mass Extinction) کا سبب بن رہے ہیں۔ اور یہ صرف کاربان ڈاء آکسائیڈ نہیں ہے۔ جو ہمارے آبہوا کو اتنا تیزی سے گرم کر رہی ہے کہ جتنا پچھلے 500 ملین میں بھی نہیں ہوا، جو زمین کو واپس بنجر شروعات کی طرف دھکیل رہی۔ بلکہ سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ یہ سب ہم شہابِ ثاقب کی رفتار سے کر رہے ہیں/ meteoric speed۔ ... کہ صرف پچھلے 50 سال میں جنگلی جیوت کی آباد 70٪ سے بھی زیادہ گِر چکی ہے۔ اور اب کی بار ہم خود / انسان اس کا سبب ہیں۔" (اقتباس آخری قسط Life on Our Planet)

(کیا تو ایسی مخلوق بنائے گا جو دنیا میں فساد برپا کرے گی؟)

✎ اس تناظرے میں یہ "خلفاء الارض" کو دیکھنا، شاید تھوڑا بڑے کینواس میں ہو، پر اس کی ایک اور دلیل خود قرآن میں ہی ملتی ہے: (واللہ اعلم)

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا طٰۤـئِرٍ يَّطِيۡرُ بِجَنَاحَيۡهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡ‌ؕ مَا فَرَّطۡنَا فِى الۡكِتٰبِ مِنۡ شَىۡءٍ‌ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمۡ يُحۡشَرُوۡنَ ۳۸ (انعام، 6:38)
اور نہیں ہے زمین پر چلنے والا کوئی بھی جانور اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتا ہے مگر وہ بھی تمہاری ہی طرح کی امتیں ہیں ہم نے تو اپنی کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں رکھی ہے۔

اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ‌ۚ ۱٦ (فاطر، 35:16)
اگروہ چاہے تو تم کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔

63۔ اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ وَ مَنۡ يُّرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًۢا بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ‌ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ‌ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۶۳﴾

بھلا وہ کون ہے جو خشکی اور تری کی تاریکیوں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے اور بارش سے پہلے بشارت کے طور پر ہوائیں چلاتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ یقینا وہ خدا تمام مخلوقات سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے جنہیں یہ لوگ اس کا شریک بنارہے ہیں۔
(علامہ جوادی)

یہ چند آیات "امّن" سے شروع ہونے والی، بندے کے لیے غور طلب ہیں۔ کوئی بھی شخص اللہ کو چھوڑ کر، کسی بھی ذات کو اگر ان سب باتوں کا کرنے والا سمجھتا ہے تو آیت خود کہتی ہے، وہ شرک کرتا ہے۔

اندھیروں میں ہدایت اللہ کرتا ہے۔ (چاہے بندہ ظاہری ظلمات میں پھنسا ہو، یا باطنی اندھیروں میں)... اور اگر کوئی اللہ کو چھوڑ کر یہ کریڈٹ کسی بھی ہستی کو دیتا ہے تو جان لے اللہ نے کہہ دیا "تعٰلی اللہ عما یُشرکون۔" (یہ جو شرک کرتے ہیں، اللہ اس سے بلند ہے)

اور "پکارنے پر" اس سے پہلے آیت آگئی، "کون ہے جو پریشان حال کی دعا کو سنتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے؟"
یہ سوال قرآن میں اللہ کی طرف سے ہے!
اب اســکا جواب اگر "اللہ" کے علاوہ کوئی اور ہے، تو بندہ جان لے اللہ نے کہہ دیا " قَلِیلًا مَّا تَذَكَّرُونَ"، تم میں ســے بہت ہی کم لوگ سوچتے سمجھتے ہیں اور اللہ تو اس شرک سے پاک و بلند و بالا ہے۔
پکارنا صــرف اللہ کو ہے۔ ہدایت صــرف اللہ دیتا ہے۔ اندھیروں میں روشـــنی اللہ دکھاتا ہے، یعنی ناامیدی میں امید صـــرف اللہ کی ذات کی طرف سے آتی ہے، جیسے بارشــوں سے پہلے ہوائوں کو بھیجنا... خالق بھی وہی ہے، تو مدبر و رب بھی وہی ہے۔ خلق بھی وہی کرتا، اور اس کے بعد اس کا پالنا پوسنا، اس کو رزق مہیا کرنا، اس کی پرورش کرنا، صرف اُسی کا کام ہے۔

یہ پانچ "امن" والی آیات... ہر بندے کو اللہ کی طرف ســے ســوال ہے؟ جواب دو؟ کون کرتا ہے؟

64۔ اَمَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ‌ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ‌ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ‏﴿۶۴﴾

بھلا کون ہے جو خلق کی ابتداء کرتا ہے پھر اسکا اعادہ کرتا ہے اور تم کو آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللّٰہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ کہہ دو کہ اپنی دلیل لائو اگر تم سچے ہو۔
(اظھر)

علم غیب

65۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ﴿۶۵﴾

کہہ دو کہ کوئی بھی آسمان و زمین میں ہے غیب کا علم نہیں رکھتا سواءِ اللہ کے، اور انہیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔
(اظھر)

📖 علم غیب بذات خود صرف اللہ جانتا ہے۔ اگر غیر اللہ کو کسی علم غیب پر دست رسی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم کی صورت میں ممکن ہے۔ لہٰذا آسمانوں اور زمین میں علم غیب کا مآخذ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہے اور جو اپنے بندوں کے مستقبل سے بے خبر ہو وہ معبود نہیں بن سکتا کیونکہ وہ بے خبری میں اپنے بندوں کی زندگی کی تدبیر نہیں کر سکتا۔ (کوثر)

📖 یہ حقیقت ہے کہ انبیاء و مرسلین ذاتی طور پر غیب کے مالک نہیں ہوتے، خالق خصوصی طور پر بطور اعجاز جتنا علم عطا فرمائے، وہ اور بات ہے چناچہ اسی لئے جناب سلیمان علیہ السلام کو ہدہد کے اُس بیان پر پورا اعتماد نہیں ہوا اور اُنہوں نے کہا ہم دیکھیں گے تو سچ کہتا ہے یا جھوٹ؟ (فصل الخطاب، آیت 27)

📖 سورہ ال عمران کی آیت 179 کی تفسیر میں علم غیب کی تعریف اور اس کے اللہ سے مخصوص ہونے اور انبیاء کے باعلام الٰہی بہت سے غیوب پر مطلع ہونے کے باوجود ان پر عالم الغیب کا اطلاق نہ کرسکنے کے موضوع پر تفصیل سے گفتگو کرچکے ہیں

اور واضح کر چکے ہیں کہ علم کلام کی اصطلاح میں عالم الغیب کا اطلاق اس ذات پر کیا جاتا ہے جس کا علم ذاتی ہو اور پھر کلی و احاطی اور ایسی ذات صرف خدا کی ذات ہے۔
بناء بریں اگر ہم بعض غیوب کا علم رکھتے ہیں جیسے ملائکہ اور جنات کا وجود، وحی کا نزول، قیامت کا وقوع اور جنت و دوزخ کا وجود وغیرہ اور انبیاء و آئمہ اس سے بھی زیادہ غیوب رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں اور انہیں عالم الغیب نہیں کہا جاتا اور نہ کہا جا سکتا ہے تو اس کی وجہ اوپر والے بیان سے عیاں ہے کہ ایک و یہ علم ہمارا ذاتی نہیں ہے بلکہ خدا کا بتایا ہوا ہے اور دوسرا کلی و احاطی نہیں بلکہ جزئی ہے اس امر کی تفصیل معلوم کرنے کے خواہش مند حضرت مذکورہ مقام (تفسیر فیضان الرحمٰن) کی طرف رجوع فرمائیں۔ (فیضان الرحمٰن)

✎ یعنی جو غیب کو بذاتِ خود نہ جانتا ہو، وہ بندوں کے کی تقدیر کے متعلق کیسے اقدام کر سکتا ہے، جو خود یہ نہ جانتا ہو کہ کونسی چیز ان کے حق میں بہتر ہے اور کونسی نہیں۔ بعض اوقات بندے ایسے چیز کی دعا کرتے جو ان کے حق میں بہتر نہیں ہوتی۔ اور اللہ ہی جانتا ہے کس کو کیا دینا ہے، کتنا دینا ہے، کتنا فی الحال روکنا ہے، کتنا روک کر قیامت کے دن دینا ہے۔

عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور تمہارے لئے مضر ہو۔ اور ان باتوں کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ (بقرہ، 2:216)

قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِى خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّى مَلَكٌ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ (انعام، 6:50)

آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی اتباع کرتا ہوں ۔

قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِى نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ لَٱسْتَكْثَرْتُ مِنَ ٱلْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ ٱلسُّوٓءُ ۚ إِنْ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (اعراف، 7:188)

آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

ذاتی طور پر صرف اللہ ہی عالم الغیب ہے وہ اپنے برگزیدہ بندوں میں سے جسے جتنا چاہتا ہے غیب کی خبر عطا کردیتا ہے۔ چناچہ نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک خطبہ منقول ہے جس میں آپؑ نے حملہ آور ترکوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ جملے فرمائے:

اے احنف! میں اس شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کو لے کر بڑھ رہا ہے کہ جس میں نہ گرد و غبار ہے، نہ شور و غوغا، نہ لگاموں کی کھڑکھڑاہٹ ہے اور نہ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز۔ وہ لوگ زمین کو اپنے پَیروں سے جو شتر مرغ کے پیروں کے مانند ہیں روند رہے ہوں گے۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ: حضرتؑ نے اس سے حبشیوں کے سردار[۱۱]کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

ان لوگوں کے ہاتھوں سے کہ جن کے قتل ہو جانے والوں پر بین نہیں کیا جاتا اور گم ہونے والوں کو ڈھونڈھا نہیں جاتا، تمہاری ان آباد گلیوں اور سجے سجائے مکانوں کیلئے تباہی ہے کہ جن کے چھجے گِدوں کے پروں اور ہاتھیوں کی سونڈوں کے مانند ہیں۔ میں دنیا کو اوندھے منہ گرانے والا اور اس کی بساط کا صحیح اندازہ رکھنے والا اور اس کے لائق حال نگاہوں سے دیکھنے والا ہوں۔

اسی خطبہ کے ذیل میں ترکوں کی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے
میں ایسے لوگوں[۲]کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ان ڈھالوں کی طرح ہیں کہ جن پر چمڑے کی تہیں منڈھی ہوئی ہوں۔ وہ ابریشم و دیبا کے کپڑے پہنتے ہیں اور اصیل گھوڑوں کو عزیز رکھتے ہیں اور وہاں کشت و خون کی گرم بازاری ہو گی، یہاں تک کہ زخمی کشتوں کے اوپر سے ہو کر گزریں گے اور بچ کر بھاگ نکلنے والے اسیر ہونے والوں سے کم ہوں گے۔

(اس موقع پر) آپؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو قبیلہ بنی کلب سے تھا عرض کیا کہ: یا امیرالمومنینؑ! آپؑ کو تو علم غیب[۳]حاصل ہے۔ جس پر آپؑ ہنسے اور فرمایا:
اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں، بلکہ ایک صاحب علم (رسولؐ) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔علم غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کے جاننے کا نام ہے کہ جنہیں اللہ سبحانہ نے ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ ...﴾ والی آیت میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے، نر ہے یا مادہ، بد صورت ہے یا خوبصورت، سخی ہے یا بخیل، بدبخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہو گا اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہو گا۔ یہ وہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو دیا اور نبیؐ نے مجھے بتایا اور میرے لئے دُعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں۔ (نہج البلاغہ، خطبہ 126) (نورالثقلین)

66۔ بَلِ ادّٰرَکَ عِلۡمُہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ ۟ بَلۡ ہُمۡ فِیۡ شَکٍّ مِّنۡہَا ۫ بَلۡ ہُمۡ مِّنۡہَا عَمُوۡنَ ﴿۶۶﴾

بلکه آخرت کے بارے میں ان کا علم ناقص رہ گیا ہے بلکه یه اس کی طرف سے شک میں مبتلا ہیں بلکه یه بالکل اندھے ہیں۔
(علامه جوادی)

📖 اگرچہ یہ لوگ زبانی طور پر آخرت کا اقرار بھی کرتے ہیں اور دوبارہ جی اٹھنے پر بظاہر ایمان بھی رکھتے ہیں ' لیکن عملاً وہ اس کے منکر ہیں۔ عملاً انہیں آخرت کی زندگی کو سنوارنے یا قیامت کے احتساب سے بچنے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اس دنیا میں اپنے کل کی فکر انسان کو ہر وقت دامن گیر رہتی ہے ' کہ کل کیا کھانا ہے اور باقی ضروریات کیسے پوری کرنی ہیں۔ اس لیے کہ اسے کل کے آنے پر پختہ یقین ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر اسے واقعی یقین ہو کہ مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ ہونا ہے اور یہ کہ آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے تو اس کے لیے وہ لازماً فکر مند بھی ہوگا اور اسے بہتر بنانے کی کوشش بھی کرے گا۔ لیکن کسی انسان کو عملاً اگر اس کی فکر نہیں ہے اور وہ اس کے لیے کوشش بھی نہیں کر رہا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسے اس کے بارے میں یقین نہیں ہے۔ (اسرار احمد)

کافر

67۔ وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا ءَ اِذَا کُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَاۤ اَئِنَّا لَمُخۡرَجُوۡنَ ﴿۶۷﴾

اور کفار کہتے ہیں: جب ہم اور ہمارے باپ دادا خاک ہو چکے ہوں گے تو کیا ہمیں (قبروں سے) نکالا جائے گا؟
(بلاغ القرآن)

- گر تمہیں تعجب کرنا ہے ، تو تعجب کے قابل لوگوں کا یہ قول ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے ؟ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے۔ (رعد، 13:5)
- یہ تمہیں اطلاع دیتا ہے کہ جب تم مرکر مٹی ہو جائو گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جائو گے اس وقت تم (قبروں سے) نکالے جائو گے؟ (مومنون، 23:35)
- قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ٨٢ (مومنون، 23:82)

68۔ لَقَدْ وُعِدْنَا ہٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙاِنْ ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾

اس قسم کا وعدہ پہلے بھی ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے ہوتا رہا ہے یہ تو قصہ ہائے پارینہ کے سوا کچھ نہیں۔
(بلاغ القرآن)

- (قوم عاد) نے جواب دیا کہ (اے ہود)، ہمارے لیے برابر ہے خواہ تم وعظ کرو یا نہ کرو۔۔۔ یہ کچھ نہیں مگر پہلے لوگوں کی باتیں۔ (شعراء، 26:137)

69۔ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۶۹﴾

کہہ دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر ذرا دیکھو تو سہی کہ گنہگاروں کا کیسا انجام ہوا؟
(جوناگڑھی)

- اگر یہ پچھلے لوگوں کی محض کہانیاں تھی تو پھر ان کے انجام کی کہانیاں بھی تم تک پہنچ گئی ہوں گی، کہ پھر ان کا انجام کیسا ہوا؟

70۔ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْہِمْ وَ لَا تَکُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

اور آپ (ﷺ) ان پر رنج نہ کرو، اور نہ اور نہ ان کی مکاریوں پر دل تنگ ہوں۔
(اظھر)

- وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (نحل، 16:127)
- شاید تم اپنے کو ہلاک کر ڈالو گے اس پر کہ وہ ایمان نہیں لاتے (شعراء، 26:3)

71۔ وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۷۱﴾

اور وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ آخر کب پورا ہو گا؟
(بلاغ القرآن)

72۔ قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ رَدِفَ لَکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۷۲﴾

کہو کہ شاید کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے ہی ہو جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔
(اظھر)

📖 التبیان کے مطابق عسی من اللہ واجبۃ ۔ اللہ جب عَسٰی (ممکن ہے) کا لفظ استعمال فرماتا ہے تو اس کے بعد مذکورہ مطلب کا واقع ہونا لازمی ہوتا ہے۔ لہٰذا جس عذاب کی طرف اشارہ ہو رہا ہے اس کا واقع ہونا لازمی ہے۔

یہ عذاب جنگ بدر کی شکست سے شروع ہوا اور فتح مکہ کے موقع پر اس وعدے کا ایک حصہ پورا ہو گیا۔ بَعۡضُ الَّذِی یہ دنیوی عذاب کل کے عذاب کا ایک حصہ ہو گا جو مشرکین کے مقدر میں ہے۔ (کوثر)

73۔ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۷۳﴾

اور بتحقیق آپ کا رب لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔
(بلاغ القرآن)

📖 خوف و رجا (امید) اکٹھے ہوں تو کارســـاز ہیں۔ "ردف لکم.. وان ربک لذو فضل" (تفسیر نور)

74۔ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَیَعۡلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوۡرُہُمۡ وَ مَا یُعۡلِنُوۡنَ ﴿۷۴﴾

اور جو کچھ ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں بتحقیق آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے ۔
(بلاغ القرآن)

کتابِ مبین

75۔ وَ مَا مِنۡ غَآئِبَۃٍ فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۷۵﴾

اور نہیں ہے کوئی پوشیدہ چیز آسمان اور زمین میں مگر وہ ایک روشن کتاب میں موجود ہے۔
(اسرار احمد *)

✎ "کتابِ مبین" کا ذکر اس ســورہ کی پہلی آیت میں ہی آیا تھا۔ اب آسمان و زمین کی ہر غائب/پوشیدہ چیز ممکناً قرآن میں تو نہیں ہے۔ اس لیے "کتابِ مبین" یقیناً کوئی اور کتاب ہے۔ اور پھر پہلی آیت کے مطابق یہ قرآن کی آیات بھی اُســی کا حصــہ ہیں۔ (واللہ اعلم)

✎ فی الوقت ایســا محســوس ہورہا جیســے "کتابِ مبین" کوئی دوســری ایســی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم رکھ دیا ہے۔ جیســے اوپر والی آیت کہتی ہے، (ویســے تو علم غیب

صــرف اللہ کے پاس ہے، پر اس کے باوجود) اس کتابِ مبین میں اللہ تعالیٰ نے ہر غائب چیز کا بھی علم رکھ دیا ہے۔
اور عرش والی آیت (40) میں جو شــخص عرش کو پلک جھپکتے لایا تھا... آیت کہتی ہے اس "کتاب میں سے علم تھا"۔

- "کتابِ مبین" پر اگر ساری آیات کا مطالعہ کیا جائے... جیسے:

- اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ بحروبر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے ' درخت سے گرنے والا کوئی پتا ایسا نہیں ہے جس کا اسے علم نہ ہو ' زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں ہے جس سے وہ باخبر نہ ہو ' خشک وتر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ (انعام، 6:59)

- ... اور تیرے رب سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز غائب نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی، مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ (یونس، 10:61)

- اور زمین پر کوئی چلنے والا (دابہ) ایسا نہیں جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ جانتا ہے جہاں کوئی ٹھہرتا ہے اور جہاں وہ سونپا جاتا ہے سب کچھ ایک کھلی ہوئی کتاب میں موجود ہے۔ (ھود، 11:6)

- آسمان اور زمین کی کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے جو ایک واضح کتاب میں لکھی ہوئی نہ ہو۔ (نمل، 27:75)

- اور جنھوں نے انکار کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، کہو کہ کیوں نہیں، قسم ہے میرے عالم الغیب پروردگار کی، وہ ضرور تم پر آئے گی اس سے ذرہ برابر کوئی چیز مخفی نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ بڑی، مگر وہ ایک کھلی کتاب میں ہے۔ (سبا، 34:3)

- وُسۡعَهَا وَلَدَيۡنَا كِتٰبٌ يَّنۡطِقُ بِالۡحَقِّ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ٦٢ (مومنون، 23:62)

اور ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے لہٰذا ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

- قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡهُمۡ‌ۚ وَعِنۡدَنَا كِتٰبٌ حَفِيۡظٌ ٤ (ق، 50:4)
ہم کومعلوم ہے جتنا زمین ان کے اندر سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔

- يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ... قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ ۙ‏ ١٥
اے اہل کتاب' ... آچکا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور بھی اور ایک روشن کتاب بھی۔ (مائدہ، 5:15)

- وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ‌ؕ (فاطر، 35:11)
اور کسی عمر والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ ہی کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر یہ سب ایک کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔

- "کتٰب مبین" سے مراد شاید لوح محفوظ یا خداوند متعال کا بے نہایت علم ہے۔ (تفسیر نور)

- ان آیات کے مطالع کے بعد، سورہ یٰس کی آیت 12 میں "امامِ مبین" سے بھی غالباً یہی "کتابِ مبین" مراد ہے۔

- وَكُلَّ شَىۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ فِىۡۤ اِمَامٍ مُّبِيۡنٍ ١٢
ہر چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں درج کر رکھا ہے۔

قرآن و قیامت

76۔ اِنَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَکۡثَرَ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ﴿۷۶﴾

بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر وہ باتیں بیان کر دیتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

(بلاغ القرآن)

📖 اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ پیغمبر اکرمﷺ میں موجود تورات و انجیل اہل کتاب کے اختلافات کو حل کرنے پر قادر نہ تھیں، لہذا صرف قرآن مجید ہے جو گزشتہ تمام آسمانی کتب پر حاکم ہے، وہی ان اختلافات کو حل کرنے پر قادر ہے۔ (تفسیر نور)

📖 فکری اور پیچیدہ مسائل کا حل ہونا، ایسے پیغمبر کے ہاتھوں جو درس ناخواندہ تھے اور کسی مکتب میں تعلیم حاصل کرنے نہیں گئے، یہ بات قرآن مجید کے معجزہ ہونے اور اس کی حقانیت پر دلیل ہے۔ "ان ھذا القرٰن..." (تفسیر نور)

📖 اختلافات لوگوں کی طرف سے ہوتے ہیں ورنہ کبھی بھی الہی مکاتب میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ "ھم فیہ یختلفون" (نور)

77۔ وَ اِنَّہٗ لَہُدًی وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴿۷۷﴾

اور یہ اہل ایمان کے لیے یقینا ہدایت اور رحمت ہے۔

(بلاغ القرآن)

✎ یہ قرآن تمام انسانوں و جنوں کے لیے "ہدایت" کی کتاب ہے، پر تمام انسانوں میں ہدایت صرف وہی پاتے ہیں جو "مومن" ہوتے ہیں۔ اور "رحمت" تو ہے ہی صرف مومنوں کے لیے۔

یہ آیت بھی آیت 2 کی طرف لوٹتی: هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ ٢

78۔ اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَہُمۡ بِحُکۡمِہٖ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۷۸﴾

بے شک تمھارا رب اپنے حکم کے ذریعہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا اور وہ زبردست ہے، جاننے والا ہے۔

(وحیدالدین)

📖 آپؐ کا رب ان اختلاف کرنے والوں میں فیصلہ کرے گا۔ یہ فیصلہ بِحُکۡمِہٖ یعنی بعدلہ ہو گا۔ اللہ ان میں اپنے عدل سے فیصلہ فرمائے گا۔ یہ فیصلہ قیامت کے دن ہو۔گا چنانچہ دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے: (کوثر)

79۔ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّکَ عَلَی الۡحَقِّ الۡمُبِیۡنِ ﴿۷۹﴾

پس آپ (ﷺ) اللہ پر توکل کریں، بےشک آپ واضح حق پر ہیں۔

(اظہر+حسین نجفی)

📖 ۱۔ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ :اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور استقامت کے ساتھ رہیں۔ استقامت کے لیے دو بنیادوں کا ذکر ہے: ایک یہ کہ اس کائنات میں طاقت کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔ اسی پر اپنا بھروسہ قائم رکھیں۔

۲۔ اِنَّکَ عَلَی الۡحَقِّ :دوسری یہ کہ آپؐ صریح حق پر ہیں۔ حق کو دوام حاصل ہے اور باطل ذوال پذیر ہے۔ حق امر واقع کو کہتے ہیں۔ جو موقف واقعیت رکھتا ہے وہ ایک عظیم طاقت رکھتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان مروی ہے:

مَنْ صَارَعَ الْحَقَّ صَرَعَهُ ۔ (نہج البلاغۃ حکمت: ۴۰۸)

جو حق سے ٹکرائے گا حق اسے پچھاڑ دے گا۔

۱ حق کی طاقت شکست پذیر نہیں ہے۔

۲۔ حق کے حصول کے بعد اللہ پر توکل کیا جائے۔ (کوثر)

80۔ اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی وَ لَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ﴿۸۰﴾

آپ نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں نہ ہی بہروں کو اپنی دعوت سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں۔

(بلاغ القرآن)

لَہُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ بِہَا ۫ وَ لَہُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِہَا ۫ وَ لَہُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِہَا ؕ اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ -------- (۷ اعراف: ۹)

ان کے پاس دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں ، وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے---- (کوثر)

یعنی ایک بہرا شخص آپ کے رو برو ہو' آپ کی طرف متوجہ ہو تو پھر بھی امکان ہے کہ آپ اشارے کنائے سے اپنی کوئی بات اسے سمجھانے میں کامیاب ہوجائیں ' لیکن جب وہ پلٹ کر دوسری طرف چل پڑے تو اسے کوئی بات سمجھانا یا سنانا ممکن نہیں رہتا۔ (اسرار احمد)

81۔ وَ مَاۤ اَنۡتَ بِہٰدِی الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِہِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَہُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ﴿۸۱﴾

اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر راستہ دکھا سکتے ہیں، آپ ان لوگوں تک اپنی آواز پہنچا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور پھر فرمانبردار بن جاتے ہیں۔

(بلاغ القرآن)

اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا‌ ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ‏ ٤٦ (حج، 22:46)

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل ایسے ہوجاتے کہ وہ ان سے سمجھتے یا ان کے کان ایسے ہوجاتے کہ وہ ان سے سنتے کیوں کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

- یہ آیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، آیت 70 کی تائید میں ہوسکتی، کہ آپ ان کے حال پر غم نہ کریں۔ کیونکہ آپ مردوں و بہروں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ دل کے اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں، خصوصاً جب وہ پیٹ پھیر کر جا رہیں ہوں۔

- یہ دونوں آیات اس بات کی طرف اشارہ کرتی اور دعوت دیتی کہ بندہ قرآن خود پڑھے اور دل کی آواز کو سنیں...
کیونکہ اکثر لوگ (ماضی کی امتوں میں بھی اور اس امت میں بھی) اس بات میں دھوکہ کھا جاتے کہ اللہ کے کلام کو چھوڑ کر "لوگ کیا کہہ رہے"، قوم کے سردار کیا کہہ رہے، دین کے ٹھیکیدار کیا کہہ رہے... اورہ وہ جو کہتے بس اسی پر عمل کرتے۔
(اور دین کی ٹھیکیدار تو کہتے کہ قرآن خود پڑھو گے تو گمراہ ہوجائو گے!)

وَ قَالُوا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّونَا السَّبِیلَا﴿۳۳احزاب:۶۷﴾
اور وہ کہیں گے: ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی تھی پس انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔

مراحلہ حیات

📖 **حیات کے متعدد مرحلے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔.**

1. **حیات نباتی:**

مَّنۡ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا (عنکبوت/63)
آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو جلا اٹھایا

2. **حیات حیوانی:**

قُلِ اللّٰهُ یُحۡیِیۡکُمۡ (جاثیہ، 45:26)
کہو کہ اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے۔

3. **حیات روحی:**

لِّیُنۡذِرَ مَنۡ کَانَ حَیًّا (یٰس، 36:70)
تاکہ وہ ہر اس شخص کو خبردار کر دے جو زندہ ہو

یعنی جو لوگ عقل اور فطرت سـلیم رکھتے ہیں ان کی فطرت کو بیدار کرو۔

نیز ارشاد فرمایا: انبیا کی دعوت تمہیں زندہ کرنے کے لیے ہے۔

اِذَا دَعَاکُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ ۚ (انفال، 8:24)
جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے تو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔

4. **حیاتِ سیاسی و سماجی:**

وَ لَکُمۡ فِی الۡقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ (بقرہ، 2:179)
اور اے عقل والو، قصاص میں تمھارے لیے زندگی ہے۔

یعنی اگر معاشرے میں عدل قائم کرتے ہوئے قصاص کا حکم نافذ کرلیا تو معاشـرہ زندہ ہوجائے گا، معاشـرہ میں بہت سے زندگیاں

بچ جائیں گی، ورنہ معاشرہ مر جائے گا اور قتل و غارت کا سلسلہ نہیں تھمے گا۔

5. حیات اُخروی:

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ ٢٤ (فجر، 89:24)
وہ کہے گا : اے کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا!
اور اپنی حقیقی زندگی کے لیے /آخرت کے لیے کچھ ذخیرہ کرلیا ہوتا۔
(اخذ از تفسیر نور)

دابہ

82۔ وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ﴿۸۲﴾

اور جب ان لوگوں پر وعدہ پورا ہونے کو ہوگا تو ہم زمین سے چلنے پھرنے والا نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔ (اس بناء پر) کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔
(حسین نجفی)

اَلـدَّآبَّةُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر چلے۔ ہر رینگنے اور چلنے والا جاندار* (تاج ۔ نیز لطائف اللغة)۔
(آجکل ٹینک کو دَبَّابَةٌ کہتے ہیں)۔ یہ آہستہ آہستہ چلتی تھی اور اس میں بیٹھنے والا دشمن کی زد سے محفوظ رہتا تھا۔
اَلدَّبْدَبَةُ سخت زمین پر چلنے سے قدموں کی آواز ۔ نیز شور ۔ ڈھول بجانا اور ڈھول کی آواز کو بھی کہتے ہیں* (تاج ۔ نیز لطائف اللغة)۔{ قاعدہ کے مطابق اس لفظ کو دب دب کے عنوان

کے تحت آنا چاہئے لیکن چونکہ اسے محض ضمنی طور پر لکھا گیا ہے اور قرآن میں یہ لفظ نہیں آیا اس لیے اسے الگ لکھنے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔}

قرآن کریم میں دَابَّةٌ کا لفظ،رینگنے والے جانور، دوپاؤں پر چلنے والے اور چار پاؤں پر چلنے والے جانور، سب کے لیے آیا ہے۔] 24:45[(لغات القرآن)

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٤٥ (نور، 24:45)
اور اللہ نے بنایا ہے ہر جاندار کو پانی سے تو ان میں کچھ ایسے (جانور) ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور ان میں کچھ وہ ہیں جو دو ٹانگوں پر چلتے ہیں اور ان میں کچھ ایسے ہیں جو چار ٹانگوں پر چلتے ہیں اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ یقیناً اللہ ہرچیز پر قادر ہے۔

لغوی حیثیت سے دابہ ہر زمین پر چلنے والے کو کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

۞ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (هود، 11:6)
زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔۔۔
یہ قرآن مجید میں کئی جگہ ہے۔

یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ دآبہ کے ساتھ ارض یعنی زمین کا ذکر تقریباً ہر جگہ آتا ہے، گویا محاورہ میں یہ لفظ بغیر ارض کے ذکر کے مکمل نہیں ہوتا۔ اس لئے یہاں بھی دابۃ من الأرض کہنے سے یہ سمجھنا کوئی ضروری نہیں کہ یہ کوئی جانور ہوگا جو زمین کو شگافتہ کر کے اس کے اندر سے برآمد کیا جائے گا مگر عرف عام میں دابۃ کا لفظ چوپایہ کے لئے آتا ہے اور فقہ میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے مترجمین و

مفسرین اہل سنت اس دابۃ کے لفظ کی تشریح جانور کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ (فصل الخطاب، 3.1)

📖 تُكَلِّمُہُم :یہ دَآبَّۃً ان سے بات کرے گا۔ یہ قرینہ بن سکتا ہے کہ یہ دَآبَّۃً کوئی انسان ہے لیکن ساتھ یہ امکان بھی ہے کہ اس دَآبَّۃً کا بات کرنا ایک معجزے کے طور پر ہو۔ پھر آگے وہ بات کیا ہو گی اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اجمال میں رکھنا ہی منظور الٰہی ہے۔

یہ بات بھی قاری کی نظر میں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کا جو انتظام فرمایا اس میں سے ایک یہی اجمال و ابہام ہے اور قرآن کا ذو وجوہ ہونا ہے۔ ہم نے مقدمہ میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ قرآن نے صرف اصول و کلیات ہی بیان کیے ہیں اور تفسیر و تشریح کا کام سنت پر چھوڑ دیا ہے۔ آیہ مباہلہ میں اَبنَآءَکُم اور وَ نِسَآءَنَا (۳ آل عمران: ۶۱) کی تشریح سنت نے کی ہے۔ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الاَبتَرُ﴿﴾ (۱۰۸ کوثر:۳) اور الشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ (۱۷ اسراء: ۶۰) سے کون مراد ہیں؟ قرآن نے اس کی وضاحت نہیں کی۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ صرف ابو لہب کا نام صراحۃً ذکر ہوا ہے چونکہ مستقبل میں رسولؐ کے خاندان کی طرف سے کسی تحریف کا خطرہ نہیں تھا۔

اَنَّ النَّاسَ کَانُوا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوقِنُونَ :بعض کے نزدیک یہی وہ کلام ہے جو یہ دَآبَّۃً کرے گا۔ مجمع البیان کے نزدیک ظاہر آیت یہی ہے لیکن یہ دابۃٌ کا کلام ہونا اور اس کا ظاہر آیت ہونا اکثر مفسرین کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے بلکہ اس بات کے سبب کا بیان ہے کہ

ان کے بارے وعدہ عذاب کیسے پورا ہوا۔ وعدہ عذاب اس لیے پورا ہوا کہ وہ آیات الٰہی پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ (کوثر)

✎ "دابہ" لغوی طور پر اگرچہ انسانوں کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے۔ پر آیت کا انداز و مفہوم بتا رہا ہے کہ یہ ایک معجزہ یا کوئی خارقِ عادت چیز ہوگی، یعنی کوئی جاندار جس کا کلام کرنا ناقابلِ یقین ہو...(انسان تو کلام کرتا ہی ہے، یہ دابۃ اگر انسان ہوگا تو پھراس کے بات کرنے میں ایسی کیا خاص بات ہوگی جس کا ذکر یہاں ایک معجزاتی چیز کی مناسبت سے کیا جارہا ہے؟)
ہاں اگر کوئی جانور بات کرے تو یہ ایک ناقابلِ یقین بات ضرور ہے۔

⇦ (کئی روایات اس "دابۃ" سے امام علیہ علیہ السلام مراد لیا گیا ہے۔ پر یہ بات غلو والی محسوس ہوتی، اور مترجم تفسیر نورالثقلین اس لفظ "دابۃ' کو مولا کی ذات کے لیے توہین آمیز سمجھتے ہیں۔ ... حوالہ نورالثقلین، ج 6، ص 374، اردو... جبکہ کچھ دوسرے مفسر (جیسے تفیسر نور) اس کے برخلاف بات کرتے۔)

سورہ نمل و دابۃ / Secret Message

✎ یہ بات قابلِ غور ہے کہ:

اس سورہ کی شروعات میں حضرت موسٰی علیہ السلام کا ذکر ہے، اور حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھ ایک جانور، ایک "دابۃ" کا ذکر آتا ہے، یعنی اس ان کا عصا جو اژدھا بن جاتا تھا۔

پھر مختصرا حضرت دائود علیہ السلام کا ذکر ہے۔ جن کے لیے پرندے محشور کیے گئے تھے۔ (وَٱلطَّيْرَ مَحْشُورَةً ، ص/38:19).
وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُۥدَ ٱلْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَٱلطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فَٰعِلِينَ
(اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ تسبیح کرتے، اور پرندوں کو بھی۔)
یعنی پرندے بھی ان کے ساتھ تسبیح میں شامل ہوجاتے تھے۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے، جس میں دابۃ "نمل" اور "ہُدہُد" کا قصہ تفصیل سے آتا ہے۔

پھر تخت لانے کا ذکر ہوتا ہے، جس میں ایک دابۃ "عفریت" کی بات ہوتی، اور پھر وہ شخص جو انسانوں میں سے تھا؟ یا کوئی اور مخلوق (یا دابۃ تھا)؟، جو پلک جھپکتے تخت لے آیا۔

پھر قومِ صالح (قومِ ثمود) کا ذکر ہے، اگرچہ تفصیل سے نہیں، پر understood ہے کہ اس قصہ میں دابۃ "ناقۃ" کا کردار کلیدی ہے۔

اور آخر میں حضرت لوطؑ/قوم لوط کا ذکر ہوتا۔ اب اس قصہ میں "دابۃ" کیا تھا؟ یہ ایک معمہ رہ جاتا۔

اوپر

اوپر سبھی قصوں میں جتنے بھی دابۃ کا ذکر ہے، سب پازیٹو تھے، اللہ کی طرف سے تھے۔ حضرت موسٰیؑ کا اژدھا، حضرت دائودؑ کے پرندے، حضرت سلیمانؑ کی چیونٹی و ہُدہُد، اور قومِ صالح کی اونٹنی۔

اس لیے یہ "دابۃ" بھی جو آخری دور میں اللہ نکالے گا، عین پازیٹو ہوگا۔ اللہ کی نشانیوں میں سے ہوگا۔ (واللہ اعلم)

- کیونکہ بائیبل کی کتاب مکاشفہ/Revelation کے باب 13 میں بھی دو جانوروں کے پانی و خشکی سے آخری دور میں نکلنے کا ذکر ہے۔ پر یہ دونوں نیگیٹوِ سینس میں ہیں۔

- دوسری بات: اس سورہ کا ایک باطنی درس یہی ہے کہ جانور بھی انسانوں سے ہم کلام ہوتے ہیں، اور ہوئے ہیں اگر اللہ چاہے۔
جب پچھلی امتوں میں جانور کسی سے باتیں کرتے تھے، تو اس امت میں بھی (اُس روایت کی روشنی میں "کہ جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا، اس میں بھی ہوکر رہے گا" کے تحت) یہ پیشین گوئی یقیناً اسی انداز سے ہونی چاہیے کہ کوئی جانور انسانوں سے بات کرے گا، اور اس کے بعد بھی لوگ "یقین" نہیں کریں گے تو وہ عذاب کے مستحق بن جائیں گے۔

قیامت کی 10 نشانیاں

- تفسیر ابن کثیر نے کچھ اس طرح روایت نقل کی ہے:

📖 صحابہ کرام ایک مرتبہ بیٹھے قیامت کا ذکر کررہے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عرفات سے آئے۔ ہمیں ذکر میں مشغول دیکھ کر فرمانے لگے کہ قیامت قائم نہ ہوگی کہ تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ سورج کا مغرب سے نکلنا، دھواں، دابۃ الارض، یاجوج ماجوج، عیسیٰ بن مریم کا ظہور، اور دجال کا نکلنا اور مغرب، مشرق اور جزیرہ عرب میں تین خسف ہونا، اور ایک آگ کا عدن سے نکلنا جو لوگوں کا حشر کرے گی۔ انہی کے ساتھ رات گزارے گی اور انہی کے ساتھ دوپہر کا سونا سوئے گی (مسلم وغیرہ) ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ دابتہ الارض تین مرتبہ نکلے گا دور دراز کے جنگل سے ظاہر ہوگا اور اس کا ذکر شہر یعنی مکہ تک نہ پہنچے گا پھر ایک لمبے زمانے کے بعد دوبارہ ظاہر ہوگا اور لوگوں کی زبانوں پر اس کا قصہ چڑھ جائے گا یہاں تک کہ مکہ میں بھی اس کی شہرت پہنچے گی۔ پھر جب لوگ اللہ کی سب سے زیادہ حرمت و عظمت والی مسجد مسجد حرام میں ہوں گے اسی وقت اچانک دفعتا دابتہ الارض انہیں وہی دکھائی دے گا کہ رکن مقام کے درمیان اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہا ہوگا۔ لوگ اس کو دیکھ کر ادھر ادھر ہونے لگیں گے یہ مومنوں کی جماعت کے پاس جائے گا اور ان کے منہ کو مثل روشن ستارے کے منور کردے گا اس سے بھاگ کر نہ کوئی بچ سکتا ہے اور نہ چھپ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص اس کو دیکھ کر نماز کو کھڑا ہوجائے گا یہ اس کو کہے گا اب نماز کو کھڑا ہوا ہے ؟ پھر اس کے پیشانی پر نشان کردے گا اور چلا جائے گا اس کے ان نشانات کے بعد کافر مومن کا صاف طور امتیاز ہوجائے گا یہاں تک کہ مومن کافر سے کہے گا کہ اے کافر ! میرا حق ادا کر اور کافر مومن سے

کہے گا اے مومن ! میرا حق ادا کر یہ روایت حذیفہ بن اسید سے موقوفا بھی مروی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

📖 اس دابہ کی تعیین، اس کی صفت اور یہ کہاں سے ظاہر ہوگا اس میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ ہم نے اس کا ذکر کتاب " التذکرہ " میں کیا ہے ہم یہاں بھی اسے مفصل ذکر کریں گے۔ پہلا قول یہ ہے: اس سے مراد حضرت صالح (علیہ السلام) کی اونٹنی کا بچہ ہے اور یہ صحیح ترین قول ہے۔ (تفسیر قرطبی)
http://www.equranlibrary.com/tafseer/qurtubi/27/82

✎ مفسر قرطبی نے اس پر تفصیل سے بات کی ہے، چاہ رکھنے والے اوپر دیے گئے لنک پر کلک کر کے انکے پیج پر پڑھ سکتے۔
اگرچہ اس کے تعین میں اختلاف ہی رہے گا۔ پر ان کا یہ پہلا قول قابلِ غور ضرور ہے!

⇦ یعنی روایات میں آتا ہے کہ حضرت صالح کی اونٹنی اپنے بچے سمیت نمودار ہوئی تھی، اور جب اسے قتل کردیا گیا تو اس کا بچہ دوبارہ بھاگ کر واپس پہاڑوں میں غائب ہوگیا تھا ...
شاید یہ دوبارہ نمودار ہو، قیامت کے قرب کےدور میں، اور اب کی بار تو یہ بات بھی کرے گا۔ (اور اس طرح یہ ایک اور پیشین گوئی اس روایت کی روشنی میں کہ - جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا اس امت میں ہوکر رہے گا - تکمیل کو پہنچے گی۔)

📖 ویســـے تو ہم نے پڑھا ہے دبہ یدبہ معنی یعنی رینگنا ہوتا ہے، بنیادی طور پر رینگنے والے جانوروں ک لیے یہ لفظ ہوسکتا ہے، پھر اس سے ہر جانور کے لیے استعمال ہوسکتا ہے۔

یہ "دابۃ الأرض" کیا ہے، اس ســـے کیا مراد ہے؟ کچھ حدیثوں میں اس کے بارے میں مضـــمون آیا ہے، تفســـیروں میں مختلف باتیں ہیں، کچھ مرفوع حدیثوں میں ہے کم از کم ، اور کچھ مرچ مصالحہ بھی اس پر بہت کچھ لگ گیا ہے۔

بہرحال عام مفســـرین کہتے ہیں یہ قربِ قیامت کی کوئی علامت ہوگی۔ وہ جانور کونسا ہے؟ یہ بھی آیاتِ متشابہات میں سے ہے۔ اس ســـے جو بھی معنٰی لیں۔ یہ نہیں کہا جاســـکتا کہ جو میں ســـمجھ رہا ہوں وہی قطعی ہے، وہ کیا ہے اس کے اصـــل حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ متشابہات کے لیے قرآن نے اس لیے کہا ہے کہ " كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا " ۔ یہی کہا ہے کہ بس چپ ہوجائو۔ ہر بات کو کو کہاں آدمی سمجھ سکتا ہے۔ گھر کے معاملات کو پانچ سال کا بچہ نہیں ســـمجھ ســـکتا۔ جو کچھ گھر میں ہورہا ہوتا ہے، ماں باپ جو باتیں کر رہے ہوتیں ہیں گھریلو معاملات کی وہ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ تو اگر ماں باپ کے اور بچے کے علم میں جو نسبت ہے، وہی اگر ہمارے اور خدا کے ہو، تو بھی بہت زیادہ گیپ ہے، اللہ کے علم پر ہم یقین رکھتے ہیں۔

ہمیں یہ یقین ہے قیامت کے دن یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ الو کے پٹھے دابۃ الأرض کا معنٰی تو کیا ســـمجھا تھا؟ ہاں جی، یہ نہیں پوچھا جائیگا۔ جو پوچھا جائیگا اُس کی بات کرو۔

جوں جوں علم انســان کا بڑھتا ہے، نئیں نئیں معنٰی ذہن میں آتے ہیں، یہ یوں بھی ہوســکتا ہے. (حافظ احمد یار، آڈیو 130، ٹائیم 1:06)

⇦ موجودہ کچھ سائنسی تحقیق و رپورٹس کے مطابق، سائنسدان Back-Breading, ،Cloning، اور Genetic Engineering کے ذریعے کچھ Extinct جانوروں کو De-Extinct کرنے کی کوشش کر رہے ہیں. جس میں ایک پروجیکٹ کے تحت، وولی میمتھ/Wooly Mammoth ہاتھی کو واپس لانے کی کوشش کی جارہی، اور ساتھ میں تاسمینین ٹائیگر/Tasmanian Tiger اور ڈوڈو برڈ/Dodo Bird، اور ڈائر وولف/Dire Wolf شامل ہیں. جس میں ایک خبر کے تحت ڈائر وولف کو de-extinct کرلیا گیا ہے. یعنی ایک جانور جو کئی ہزاروں سال پہلے ختم ہوچکا تھا، وہ اب دوبارہ زندہ کردیا گیا ہے... جینیٹک انجینئرنگ کے ذریعے. (اگرچہ کچھ دوسرے سائنسدانوں کے نزدیک تنقید اپنی جگہ موجود ہے.)
پر بات یہ ہے کہ اگر ایسا ہوسکتا... تو کیا یہ ممکن ہے کبھی ان تجربوں سے کبھی جانوروں میں بات کرنے والے جینس شامل کرلیے جائیں، اور کوئی جانور ایسا پیدا ہوجائے جو انسانوں کی طرح بات کرتا ہو. (یہ ایک خیال ہے، پر جو سائنسی نقطہ نگاہ سے ممکن ضرور ہے.) (واللہ اعلم)

83۔ وَ یَوۡمَ نَحۡشُرُ مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍ فَوۡجًا مِّمَّنۡ یُّکَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَہُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ﴿۸۳﴾

اور جس روز ہم ہر امت میں سے ایک ایک جماعت کو جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتی تھیں پھر انہیں روک دیا جائے گا۔
(بلاغ القرآن)

اُحۡشُرُوا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا وَ اَزۡوَاجَہُمۡ وَ مَا کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ ﴿صافات، 37:22﴾

شیعہ مفسرین نے اس آیت سے "رجعت" کی دلیل نکالی ہے۔

آیت کے ظاہری سیاق سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیامت سے قبل کا واقعہ ہے کیونکہ قیامت کے دن سب کو جمع کیا جانا ہے:
وَّ حَشَرۡنٰہُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡہُمۡ اَحَدًا (۱۸ کہف: ۴۷)
اور سب کو ہم جمع کریں گے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔
جب کہ اس آیت میں ہر امت میں سے یک ایک جماعت کو جمع کرنے کا ذکر ہے۔
اس آیت کی دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں : یہ قیامت کا ہی واقعہ ہے اور وَ یَومَ نَحشُرُ مِن کُلِّ اُمَّۃٍ فَوجًا اس دن ہم ہر امت کو فوج فوج کر کے جمع کریں گے۔ (کوثر)

جیسا کہ ارشاد قدرت ہے – ولنذیقنھم من العذاب الا دنی العذاب الاکبر – کہ ہم ان کو بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ چناچہ دوسری متعدد آیات و روایات کے علاوہ یہ آیت بھی اس مدعا پر دلالت کرتی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر امت میں سے ایک ایک گروہ اٹھایا جائے گا جو آیات الٰہیہ کی

تکذیب کیا کرتا تھا۔ یوم نحشر من کل امت فوجا – جب کہ قیامت میں تو اس طرح سب لوگوں کو محشور کیا جائے گا کہ کوئی ایک شــخص بھی باقی نہیں رہ جائے گا۔ چناچہ ارشـــاد قدرت ہے وحشـــرنا هم قلم نغادر منهم احدا (ہم جمع کرلیں گے تو ان میں ســـے کســـی کو بھی نہیں چھوڑیں گے) (کہف، 18:47)۔ چناچہ یہ استدلال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ نیز اس روایت میں یہاں آیات الٰہیہ ســـے حضــرت امیر اور دوســرے ائمہ طاہرین کی ولایت و امامت مراد لی گئی ہے۔

علاوہ ازایں جب یہ بات عقلاً ممکن ہے اور مخبرین صـــادقین نے اس کے وقوع پذیر ہونے کی خبر دی ہے اور سابقہ امتوں میں کئی بار ایســـا ہوبھی چکا ہے جیســـے جناب عزیر کا قصـــہ اور جناب موسٰی کی قوم کے ستر منتخب بندوں کے کوہ طور پر مرجانے اور پھر زندہ ہونے کا واقعہ۔ اور جناب عیسٰـــی کے باذن اللہ مُردوں کو زندہ کرنے اور ان کے زندہ ہوکر دنیا میں واپس آنے اور پھر طبعی موت مرنے کے واقعات۔ تو پھر اس کے انکار کرنے کی کیا معقول وجہ ہوســکتی ہے؟ جبکہ پیغمبر اســلام کا ارشــاد ہے کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں ہوا ہے وہ سب کچھ میری امت میں بھی وقوع پذیر ہوکر رہے گا۔ اس ســـے بھی رجعت کا صـــحیح اور برحق ہونا ثابت ہوتا ہے حضـرات اس موضـوع کی تمام تفصـیلات معلوم کرنا چاہے ہیں وہ ہماری کتاب احســن الفوائد فی شــرح العقائد کے اٹھارویں باب کا مطالعہ کریں جو اســی موضــوع ســے متعلق ہے۔

(فیضان الرحمٰن، علامہ حسین نجفی (ڈھکو صاحب))

✎ "رجعت" ہوگی یا نہیں، یہ اپنے آپ میں الگ ٹاپک ہے۔ اللہ چاہے تو ایسا ہونے میں کوئی تردد نہیں۔ پر کیا اس آیت سے ثابت ہوتی ہے؟

آیت کہتی ہے کہ "اس دن ہر امت میں سے ایک فوج جھٹلانے والوں کی محشور کریں گے۔"

سوال اٹھا: اُس دن تو سب محشور ہوں گے تو پھر صرف ایک فوج جھٹلانے والوں کی ہی کیوں؟

پھر خیال پیدا ہوا کہ قیامت سے پہلے ہر امت میں سے، صرف جھٹلانے والوں کو زندہ کر کے، اُن کو دنیا میں سزا دی جائیگی۔

بہرحال اس آیت میں اور کراس ریفرنس میں سورہ صافات کی آیات میں جب ظالموں اور جھٹلانے والوں کے محشور ہونے کی بات ہورہی، تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے محشور نہیں ہوں گے۔ بلکہ یہ قیامت کے صرف ایک پہلو کی طرف اشارہ ہے۔

قرآن میں جب جب قیامت، جنت، جہنم کا ذکر ہوتا تو اس وقت صرف اس کے ایک پہلو کی طرف اشارہ ہوتا۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں ظالموں جھٹلانے والوں کو اکٹھا کر کے انہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا، پر پھر انہیں روکا جائے گا کہ ان سے سوال ہونا ہے۔ زیادہ تفصیل سورہ صافات میں درج کی گئی ہے۔

قرآن کی کئی مقامات پر، قیامت یا جنت جہنم کی ایسے احوال پیش ہوتے جو بظاہر آپس میں ٹکراتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، جیسے قیامت کے دن گناہگار بات کریں گے، شور ہوگا۔ اور پھر دوسرے مقام پر کہا گناہگار بات بھی نہیں کر پائیں گے۔ اور کبھی

گناہگاروں کے صرف اعضاء بات کریں گے... پھر تاویل کی جاتی کہ مختلف مقامات پر مختلف کیفیت ہوگی، کسی مقام سے ان سے پوچھا جائیگا اور وہ بات کریں گے، اور کسی مقام پر انہیں بولنے کی اجازت بھی نہ ہوگی، اور کسی مقام پر وہ نہ بولیں گے پر ان کے اعضاء بولیں گے۔ (چیک تفسیر نور، سورہ قصص، آیت 75، ج7،ص 222، اردو)

تو اس طرح یہ آیت (مکذبین کی فوج کا محشور ہونا) اسی انداز سے ہے۔

کیا رجعت ہوگی؟

- مرنے کے فوراً بعد بندے کو اپنے مقام کا پتا چل جاتا ہے، جیسا کہ سورہ واقعہ میں اس کی تفصیل ہے، کہ آیا مقربین میں سے ہے، اصحاب یمین میں سے ہے، یا اصحابِ شمال میں سے ہے۔ اور جیسا وہ ہوتا ہے ویسا اُس کا استقبال بھی ہوتا ہے۔

اور رجعت اگر ہے، تو یہ مومنین کے لیے سزا کی مانند ہے، کہ وہ ایک بہت اچھے مقام سے بُرے مقام (دنیا) کی طرف دوبارہ لوٹائے جا رہے۔ اور بُرے لوگوں کے لیے کچھ رعایت کی مانند ہے کہ وہ برزخ میں زیادہ بُری حالت میں ہوسکتے، اور انہوں نے غالبا اپنا مقام بھی دیکھ لیا جہنم میں، اب دوبارہ زندہ کر کے ان کو کچھ نرمی دی جا رہی۔ کہ یہ دنیا کی زندگی اور موت اتنی بُری نہیں جتنی وُہ دنیا (اور جہنمی تو کہیں گے کہ کاش موت نے ہی ہمارا

کام تمام کر دیا ہوتا) کیونکہ اُس آخرت کے عذاب کے مقابلے میں دنیا کی موت بھی شیرنی محسوس ہوگی۔
اور متعدد روایات موجود ہیں کہ "دنیا" مومن کے لیے مثل جہنم ہے اور کافر/مشرک کے لیے مثل "جنت" ہے۔
تو پھر "رجعت" جس مقصد سے ہم سمجھ رہے کہ کی جارہی یعنی انتقام لینے کے حساب سے۔ تو پھر آخرت کی دنیا دیکھنے کے بعد یہ بات چھوٹی سی محسوس ہوتی۔ کہ ایک بار پھر سے زندہ کر کے مار دیا جائے۔ جبکہ برزخی زندگی میں اس طرح ان کے ساتھ ہرروز ہوتا کہ وہ ہر روز مرتے اور ہر روز دوبارہ زندہ کیے جاتے۔
تو پھر دنیا میں ایک بار زندہ ہوکر دوبارہ مرنا چہ معنی؟

✎ **دوسری بات: رجعت جیسے واقعات ہر دور میں ہر قوم میں ذکر ہوتے رہتے۔ یعنی کچھ لوگ مرجاتے، پر پھر زندہ ہوجاتے اور پھر جو کچھ ان کو یاد رہتا وہ بیان کرتے کہ انہوں نے کیا دیکھا؟**
اسکو انگریزی میں NDE – Near Death Experice بھی کہتے۔
اس پر کئی کتابیں اور کئی ڈاکیومیٹریز بھی بنائی گئی۔ اور سوشل میڈیا پر کئی چینلز آپ کو مل جائیں گے، جہاں (سچ یا جھوٹ) پر آئے دن نئیں نئیں اس طرح کے واقعات نقل ہوتے رہتے۔

دوسری طرف، ان بزرگ ہستیوں کے شایانِ شان یہ بات محسوس نہیں ہوتی کہ ایک بار پھر سے وہ دنیا میں صرف اس لیے آئیں تاکہ دشمن کو قتل کر سکیں۔ جب ہم کہتے امام علی علیہ السلام "قسیم النار و الجنہ" ہیں جب جنت و جہنم کو تقسیم کرنے والے وہ ہی ہیں (اگر)، تو پھر وہ اپنے دشمنوں کو زیادہ بڑی

سزا دے سکتے جہنم میں بھیج کر، تو پھر دنیا میں آکر تلوار سے چھوٹی سی ضرب ان کی گردنوں پر مارنا کیا صرف لذت کے خاطر ہے؟ اور اگر مقصد صرف لوگوں کو دکھانا ہے، تو یہ بھی cheap بات ہے۔ ویسے بھی وہ دور قربِ قیامت کا آخری دور ہوگا اور دوسرا "دابۃ الارض" کے ضمن میں احادیث میں آچکی کہ وہ وہ دور ہوگا کہ مومن مومن ہوگا، کافر کافر ہوگا۔ یعنی جس نے مان لیا سو مان لیا، اور جس نے نہیں مانا وہ اب قیامت تک نہیں ماننے والا، تو پھر یہ سب ان کو دکھانا بے مقصد ہے؟ ماننے والے پہلے سے مان چکا، رجعت سے پہلے ہی، اور نہیں ماننے والے کے سر پر "کافر" لکھ تب بھی نہیں ماننے والا!

اور ویسے بھی امام مھدی علیہ السلام سب کا بدلہ لینے والے ہیں، تو پھر باقی ائمہ کا رجعت دوبارہ بے فائدہ ہے۔

84۔ حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوۡ قَالَ اَکَذَّبۡتُمۡ بِاٰیٰتِیۡ وَ لَمۡ تُحِیۡطُوۡا بِہَا عِلۡمًا اَمَّا ذَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴿۸۴﴾

جب سب آ جائیں گے تو (اللہ) فرمائے گا: کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا تھا؟ جب کہ ابھی تم انہیں اپنے احاطہ علم میں بھی نہیں لائے تھے اور تم کیا کچھ کرتے تھے؟

(بلاغ القرآن)

✎ یہ آیت بندے کو قرآن پڑھ کر اس میں غور و فکر کی دعوت دیتی ہے۔ بندہ پڑھ کر اپنی ناقص عقل سے تکذیب کرے یہ ایک بات ہے، پر پڑھے بغیر، اپنے علم کے احاطہ میں لائے بغیر جھٹلائے تو یہ جاہلیت میں ایک قدم دور کی بات ہے۔

- ✎ قرآن ہر بندے کو اپنے حساب سے متوجہ کرتا ہے۔ مسلمان کے لیے ہوسکتا کوئی آیت ایسی سامنے آجائے جس سے اس کےایمان میں اضافہ ہوجائے۔ پر غیر مسلم کے لیے تو یہ خاص ہے کہ کوئی نہ کوئی ایک آیت کلیدی کردار ادا کرتی، جس کو سنتے ہی بندہ مسلمان ہوجاتا۔

- ⇦ . Joram Van Klaveren نے تہیّہ کر لیا تھا کہ اسلام کے خلاف بات کرے گا، پر ایک دن بوک شیلف سے قرآن گِر جاتا ہے، اور ایک صفحہ خود بخود کھل جاتا، اور ایک آیت سامنے آجاتی جو کہتی:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى ٱلْأَبْصَـٰرُ وَلَـٰكِن تَعْمَى ٱلْقُلُوبُ ٱلَّتِى فِى ٱلصُّدُورِ (حج، 22:46)

"پس حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

- ⇦ . Jaffery Lang اس وجہ سے انکاری تھا کہ اسے سمجھ نہیں آیا اللہ نے انسان کو خلق کیوں کیا، جو فساد برپا کرتا ہے، اور زمین پر خون بہاتا ہے۔ پر ایک دن قرآن کی آیت سامنے آئی:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَـٰٓئِكَةِ إِنِّى جَاعِلٌ فِى ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّىٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (بقرہ، 2:30)

"اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا:
'میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں'،
تو انہوں نے کہا:
'کیا تُو زمین میں ایسے کو (خلیفہ) بنائے گا جو اس میں فساد

کرے گا اور خون بہائے گا؟
حالانکہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔'

اللہ نے فرمایا:
'میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔'"

بس اس آیت کا سامنے آنا تھا، اور بندہ مسلمان ہوگیا۔

✎ چیٹ جی پی ٹی کی مدد سے چند مزید مثالیں:

🌟 1. "So which of the favors of your Lord will you deny?"

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ
Surah Ar-Rahman (55), repeated 31 times

🧠 **Impact:**

- A Christian man in the UK reported that this repeated verse **broke him emotionally**.
- He said: *"I couldn't answer it. I knew God had blessed me. I wept and said: this is the truth."*
- He took Shahadah the next day.

🌟 2. "And We have certainly made the Qur'an easy to remember…"

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا ٱلْقُرْءَانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ
Surah Al-Qamar (54:17)

🎯 **Reason:**

- A South African university student said: “I thought religion is complicated. But when I read this verse, it was like the Qur’an was talking directly to me.”
- He started memorizing the Qur’an immediately and became Muslim within weeks.

🌟 3. “You were dead and He gave you life…”

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِٱللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَٰتًا فَأَحْيَـٰكُمْ
Surah Al-Baqarah (2:28)

💡 **Reaction:**

- An atheist in Canada heard this verse during a Qur’an recitation event.
- He said: “It sounded like a deep, personal call — as if God was saying, ‘How can you deny Me after all this?’”
- He began researching Islam and accepted it within days.

🌟 4. “Indeed, Allah does not burden a soul beyond what it can bear.”

لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
Surah Al-Baqarah (2:286)

❤️ **Emotion:**

- A woman in the U.S. going through depression read this verse in translation and said:

> “I’d never felt seen by a God before. I cried and said: this is my Lord.”

🌟 5. “And He is with you wherever you are.”

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ
Surah Al-Hadid (57:4)

✨ **Response:**

- A Japanese revert said this verse convinced him that Islam isn't just ritual, but **presence**.
- It removed his fear of loneliness and gave him spiritual clarity.

85۔ وَ وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَیۡہِمۡ بِمَا ظَلَمُوۡا فَہُمۡ لَا یَنۡطِقُوۡنَ ﴿۸۵﴾

اور ان پر بات پوری ہوجائے گی اس سبب سے کہ انھوں نے ظلم کیا، پس وہ کچھ نہ بول سکیں گے۔

(وحیدالدین)

86۔ اَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا الَّیۡلَ لِیَسۡکُنُوۡا فِیۡہِ وَ النَّہَارَ مُبۡصِرًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۶﴾

کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو (اس لئے) بنایا ہے کہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن (بنایا ہے کہ اس میں کام کریں) بےشک اس میں مومن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

(جالندھری)

وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو بنا دیا روشن یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہوں۔ (یونس، 10:67)

آرام و سکون

📖 **قرآن مجید میں بعض ذرائع کو آرام و سکون کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ مجملہ**

1. **یادِ خدا:**

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ؕ۲۸ (رعد، 13:28)

2. غیبی امداد:

- **هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَةَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (فتح، 48:4)**
وہی ہے جس نے مومنوں کے دل میں اطمینان اُتارا، تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ ان کاایمان اور بڑھ جائے۔

3. مقدس اشیاء اور ان کے آثار:

- **مُلۡکِهٖۤ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ التَّابُوۡتُ فِیۡهِ سَکِیۡنَةٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ (بقرہ، 2:248)**
جس میں تمہارے لیے تسکین کا سامان ہے تمہارے رب کی طرف سے ۔

4. اولیاءِ الہی کو تشویق و ترغیب کرنا:

- **اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمۡ ؕ (توبہ، 9:103)**
انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو ، کیوں کہ تمہاری دعا ان کے لئے وجہ تسکین ہوگی۔

5. مسکن اور گھر:

- **وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ سَکَنًا (نحل، 16:80)**
اور اللہ نے تمہارے گھروں میں تمہارے لیے سکونت کی جگہ بنائی ہے

6. شوہر اور بیوی:

- **خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡهَا (روم، 30:21)**
اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔

7. رات:

- **اَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا الَّیۡلَ لِیَسۡکُنُوۡا فِیۡهِ (نمل، 27:86)**
کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے بنایا ہے رات کو تاکہ وہ اس میں آرام کریں۔

صور

87- وَ يَوۡمَ يُنۡفَخُ فِي الصُّوۡرِ فَفَزِعَ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوۡهُ دٰخِرِيۡنَ ﴿۸۷﴾

اور جس روز صور میں پھونک ماری جائے گی تو آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات خوفزدہ ہو جائیں گی سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ چاہے اور سب نہایت عاجزی کے ساتھ اس کے حضور پیش ہوں گے۔

(بلاغ القرآن)

وَ نُفِخَ فِي الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيۡهِ اُخۡرٰى فَاِذَا هُمۡ قِيَامٌ يَّنۡظُرُوۡنَ ﴿ ۳۹ زمر: ۶۸﴾

اور اس روز صور پھونکا جائے گا اور وہ سب مرکرگر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں ، سوائے ان کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے۔ پھر ایک دوسرا صور پھونکا جائے گا اور یکایک سب کے سب اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔

بناء بر مشـــہور تو نفخ صـــور دو بار ہوگا، پہلی بار کے بعد، اہل آسمان و زمین کی موت واقع ہوجائے گی۔ اور دوسری بار کے بعد، مُردے زندہ ہوجائیں گے۔ بناء بریں یہ فزع (گھبراہٹ) اور صعق (بے ہوشی) کس نفخ کے بعد ہوگی؟ ممکن ہے کہ پہلے نفخ کے بعد یہ اور مرنے سے پہلے یہ کیفیت طاری ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ نفخ صـور کہ تیسـری قسـم ہو یعنی پہلا نفخ فزع و صـعق والا ہو، دوسـرا موت والا اور تیسـرا زندہ ہونے وال (فیضـان الرحمٰن بحوالہ مجمع البیان)

وہ کون لوگ ہیں جو گھبراہٹ اور بے ہوشی سے محفوظ رہیں گے؟ موت کا ذائقہ تو ســب کو چکھنا ہے خواہ انبیاء و مرســلین ہوں یا آئمہ طاہرین۔

لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ وہ کون ذوات مقدسہ اور نفوس ذکیہ ہیں جن کا یہاں استثناء کیا گیا ہے کہ وہ نہ گھبرائیں گے اور نہ بے ہوش ہوں گے؟ بلکہ مطمئن ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ وہی ذوات مقدسہ ہیں جن کا ذکر سورہ نساء کی آیت 69 میں کیا گیا ہے۔

⇦ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓٮِٕكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓٮِٕكَ رَفِيۡقًا ؕ‏ ٦٩
جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔
(فیضان الرحمٰن، بحوالہ تفسیر کاشف)

جبال

88۔ وَ تَرَى الۡجِبَالَ تَحۡسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِىَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ‌ ؕ صُنۡعَ اللّٰهِ الَّذِىۡۤ اَتۡقَنَ كُلَّ شَىۡءٍ‌ ؕ اِنَّهٗ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَفۡعَلُوۡنَ‏ ﴿۸۸﴾

آج تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خوب جمے ہوئے ہیں، مگر اس وقت یہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے، یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہوگا جس نے ہر چیز کو حکمت کے ساتھ استوار کیا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ تم لوگ کیا کرتے ہو۔
(فی ظلل القرآن)

⇦ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّى نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَآ أَمْتًا (طه، 20:105)
اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، تو کہہ دو: میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا، پھر زمین کو بالکل ہموار و چٹیل چھوڑ دے گا، نہ اس میں کوئی ٹیڑھ رہے گی نہ اونچ نیچ۔

⇦ وتَكُونُ ٱلْجِبَالُ كَٱلْعِهْنِ (معارج، 70:9)
اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی مانند ہو جائیں گے۔

⇦ وَتَكُونُ ٱلْجِبَالُ كَٱلْعِهْنِ ٱلْمَنفُوشِ (قارعہ، 101:5)
اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی مانند ہو جائیں گے۔

⇦ وَسُيِّرَتِ ٱلْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا (نبا، 78:20)
اور پہاڑ چلائے جائیں گے (یعنی ہٹا دیے جائیں گے)، اور وہ سراب بن جائیں گے۔

⇦ وَبُسَّتِ ٱلْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنۢبَثًّا (واقعہ، 56:5)
اور پہاڑوں کو پیس کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، اور وہ اڑتی ہوئی دھول بن جائیں گے۔

إِذَا ٱلْجِبَالُ سُيِّرَتْ (تکویر، 81:3)
اور جب پہاڑ چلا دیے جائیں گے۔

وَإِذَا ٱلْجِبَالُ ٱنسُفَتْ (انفطار، 82:3)
اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے۔

وَإِذَا ٱلْجِبَالُ نُسِفَتْ (مرسلات، 77:10)
اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے۔

وَحُمِلَتِ ٱلْأَرْضُ وَٱلْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَٰحِدَةً (حاقه، 69:14)
اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پھر ان کو ایک ہی چوٹ میں پاش پاش کر دیا جائے گا۔

يَوْمَ تَرْجُفُ ٱلْأَرْضُ وَٱلْجِبَالُ وَكَانَتِ ٱلْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا (مزمل 73:14)
جس دن زمین اور پہاڑ لرزنے لگیں گے، اور پہاڑ ہو جائیں گے ریت کا تودہ، بکھری ہوئی ریت کی مانند۔

حسنه/ نیکی

89۔ مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيۡرٌ مِّنۡهَا‌ۚ وَ هُمۡ مِّنۡ فَزَعٍ يَّوۡمَئِذٍ اٰمِنُوۡنَ﴿۸۹﴾

جو شخص نیکی لے کر آئے گا اسے اس سے بہتر اجر ملے گا اور وہ اس دن کی ہولناکیوں سے امن میں ہوں گے۔
(بلاغ القرآن)

خدا کی طرف سے جزا ہمیشہ بڑھ کر ہے:

زُلۡفٰٓى اِلَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمۡ جَزَآءُ الضِّعۡفِ بِمَا عَمِلُوۡا (سبا، 34:73)
ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے عمل دہری جزا ہے۔

مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً ؕ (بقره، 2:25)
تم میں سے کون ہے ، جو اللہ کو قرض حسن دے تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کردے ۔

- مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا ۚ (انعام 6:160)
جو شخص کوئی نیکی لے کر آئے گا تو اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا۔

- جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں ، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سودانے ہوں ۔ اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے ، فروانی عطا کرتا ہے ۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی ۔ (بقرہ، 2:261)

- یہ اس نیکی کی طرح نہیں ہے جس کا ذکر مَن جَآءَ بِالحَسَـنَۃِ فَلَہ خَیرٌ مِّنہَا .... (انعام: ۱۶۰ (ترجمہ) جو (اللہ کے پاس) ایک نیکی لے کر آئے گا اســـے دس گنا (اجر) ملے گا۔) میں آیا ہے۔ وہاں نیکی برائے ثواب کا ذکر ہے۔ یہاں نیکی برائے نجات کا ذکر ہے۔
انسان کو اس نیکی کے درپے ہونا چاہیے جو نجات کی ضامن ہے۔
(کوثر)

90۔ وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَکُبَّتۡ وُجُوۡہُہُمۡ فِی النَّارِ ؕ ہَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۰﴾

اور جو شخص برائی لے کر آئے گا پس انہیں اوندھے منه آگ میں پھینک دیا جائے گا، کیا تمہیں اپنے کیے کے علاوہ کوئی اور جزا مل سکتی ہے؟
(بلاغ القرآن)

- بَلٰی مَنۡ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِیۡٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲ بقرہ: ۸۱﴾
البتہ جو کوئی بدی اختیار کرے اور اس کے گناہ اس پر حاوی ہو جائیں تو ایسے لوگ اہل دوزخ ہیں، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (کوثر)

- لیکن جن کے اعمال میں حسـنہ اور سـیئہ ، نیکی اور برائی دونوں مکس ہوں ان کی نجات سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ فرمایا:

وَ اٰخَرُونَ اعتَرَفُوا بِذُنُوبِہِم خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَی اللّٰہُ اَن یَّتُوبَ عَلَیہِم ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُورٌ رَّحِیمٌ ﴿۹ توبۃ: ۱۰۲﴾

اور کچھ دوسرے لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا انہوں نے نیک عمل کے ساتھ دوسرے برے عمل کو مخلوط کیا، بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے، بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (کوثر)

91۔ اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ رَبَّ ہٰذِہِ الۡبَلۡدَۃِ الَّذِیۡ حَرَّمَہَا وَ لَہٗ کُلُّ شَیۡءٍ ۫ وَّ اُمِرۡتُ اَنۡ اَکُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۹۱﴾

(اے رسول! آپ یہ کہیں) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی بندگی کروں جس نے اسے محترم بنایا اور ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں۔

(بلاغ القرآن)

92۔ وَ اَنۡ اَتۡلُوَا الۡقُرۡاٰنَ ۚ فَمَنِ اہۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَہۡتَدِیۡ لِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ ضَلَّ فَقُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ﴿۹۲﴾

اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں اس کے بعد جو ہدایت اختیار کرے گا وہ اپنے لیے ہدایت اختیار کرے گا اور جو گمراہی میں چلا جائے اسے کہدیجئے: میں تو بس تنبیہ کرنے والا ہوں۔

(بلاغ القرآن)

📖 تلاوت قرآن مجید، ہدایت کا مقدمہ ہے "اتلوا القرأن"، فمن ابتدیٰ" (تفسیر نور)

93۔ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ سَیُرِیۡکُمۡ اٰیٰتِهٖ فَتَعۡرِفُوۡنَهَا ؕ وَ مَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٪۹۳﴾

اور آپ فرمادیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں وہ عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھا دے گا سو تم انہیں پہچان لو گے، اور تمہارا پروردگار اس سے غافل نہیں ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔
(طاہر القادری + حسین نجفی)

📖 سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے اٰیٰتِہٖ سے مراد اس قسم کی آیات ہوں گی جو ناقابل انکار ہوں گی۔ فَتَعرِفُونَہَا سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات و معجزات کے سامنے آنے کے بعد ان کی معجزاتی صورت واضح ہو جائے گی۔ سائنسی طور پر نشانیاں روز سامنے آ رہی ہیں اور آتی رہے گی لیکن انہیں دیکھ کر لوگ فَتَعرِفُونَہَا کی منزل تک نہیں پہنچ رہے ہیں بلکہ وہ اس کی دوسری توجیہات کرتے ہیں۔ (کوثر)

✏ شاید قیامت سے تھوڑا پہلے کی بات ہے، کہ "دابۃ" کی طرح اللہ ایسی نشانیاں دکھائے گا / معجزاتی نشانیاں، کہ شاید اُن آخری لمحات میں اللہ تعالٰی آخری موقع دے گا، کہ جس کو ایمان لانا ہے، اگر ویسے نہیں تو معجزہ دیکھ کر ہی ایمان لے آئے (کہ ویسے معجزہ دیکھے بغیر ایمان لانا زیادہ قابل قدر ہے)... کہ اس کے بعد تو پھر بس قیامت ہے۔

درسِ سورة

- صــرف انســان ہی نہیں، اس دنیا کی ہر مخلوق اللہ ہی کی ہے۔ اورا للہ ہی کی اطاعت گزار، اللہ ہی کی تابع، اللہ ہی کے آگے سـربسـجود ہے۔ اللہ چاہے تو اژدھا و ناقہ کو آیات کے طور پر بھیج دے، اللہ چاہے تو ھدھد سے اپنی پیغمبری کا کام لے، اللہ چاہے تو نمل کی زبان ســے حکمت جاری کردے، اللہ چاہے تو ایک "دابۃ" بھیج دے جو لوگوں سے کلام کرے۔ اور یہ سب اپنے آپ میں اللہ کی ایک امت ہیں (6:38)۔ جبکہ ان کے بعد اللہ نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا (وجعلکم خلفاء الارض)
- اور مرد اپنی جگہ، اللہ چاہے تو ایک عورت بھی بادشـاہ ہوسـکتی ہے، اور اپنے علم، حلم، حکمت و دانائی ســے اپنے ملک کو ایمان، عدل و امن ســے مردوں ســے بہتر ملک چلا ســکتی ہے۔ اللہ نے اپنی مخلوقات میں ســے کســی کو فراموش نہیں کیا، حتیٰ کہ نمل تک کو نہیں۔
- (آیت 60 آنورڈس) پھر بتائو، یہ آســمان و زمین کس نے خلق کی؟ آســمان ســے پانی کون برســاتا ہے؟ تمہارے لیے زمین میں ســے روزی، پھل، اناج کون نکالتا ہے؟ تمہاری دعائیں کون ســنتا ہے اور مســتجاب کرتا ہے؟ (کوئی نہیں کرتا تو تم پھر جاہل ہو)، اور اللہ کے علاوہ کوئی اور ہے تو پھر پیش کرو۔
- جان لو کہ یہ قرآن حق ہے، قیامت حق ہے۔ جنت حق ہے، جہنم حق ہے۔ عنقریب تم جان لوگے۔

الحمد للّٰه رب العٰلمین

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اظهر حسین ابڑو (اللَّهُمَّ ٱغْفِرْ لَهُ وَٱرْحَمْهُ وَعَافِهِ وَٱعْفُ عَنْهُ)

22 مارچ 2024

جمعه، فجر

11 رمضان 1448

4:59۔ اختتام سحری

1-جولاء، 2025